

# کچھ لگا لگا سے

اس ”آپ“ کے سوا ہمارے درمیان کوئی ادب احترام اور کوئی تکلفات حائل نہیں تھے۔ ہماری اس درجہ بے تکلفی، قربت، دوستی کی بنیادی وجہ ہمارے مزاجوں کی انتہا سے زیادہ ہم آہنگی تھی۔ مثلاً ”بہت زیادہ باتوں میں بھی تھی اور ہنی بھی۔ فاسٹ فوڈز مجھے بھی بڑے مرغوب تھے اور ہنی کو بھی۔ فلمیں دیکھنے کا انتہا سے زیادہ شوق مجھے بھی تھا اور ہنی کو بھی۔ کچن کے کاموں سے میری بھی جان جاتی تھی اور ہنی کی بھی۔ گھومنے پھرنے اور ہلا گلا کرنے میں مجھے بھی مزا آتا تھا اور ہنی کو بھی۔ شاینگ کرنے اور

ہنی کی کراچی آمد میرے لیے ایک بڑا ہی خوشگوار سربراہز تھی۔ بغیر کسی پیشگی اطلاع کے وہ اچانک ہی آگئی تھیں۔ حالانکہ پرسوں رات تو میری ان سے فون پر بات ہوئی تھی۔ اور نیٹ پر چپٹنگ تو ہماری تقریباً ہر دوسرے روز ہو ہی جایا کرتی تھی، مگر انہوں نے اپنے آنے کا سرسری سا ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ ”پہلے سے بتا دیتی تو سربراہز کہاں رہتا۔“ ہنی اور میں خالہ بھانجی سے زیادہ ایک دوسرے کی پکی دوستیں تھیں۔ ان کی عمر اور رشتے کی بڑائی کا جو واحد احترام میں کرتی، وہ میرا نہیں ”آپ“ کہنا تھا۔

## مکمل ناول













ہم چھپی کی بڑی لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ کچھ کر رہے تھے۔ برائی کھائی جا چکی تھی اور اب چھپی لی جا رہی تھی۔ بکے شرابیوں اور نصیبیوں کی طرح جیسے ہی گلاس خالی ہوتا ہم اس میں مزید ہتھی اتر لیتے۔ میرے خوشگوار موڈ کا ستیا ناس کرنے کو نجانے کئی کو اس وقت وہ کیوں یاد آ گیا تھا۔

"کچھ خاص نہیں اتب بھی مونا تھا اب بھی مونا ہے اور مل آپ بالکل بچے۔ موصوف ہر روز سرے دن مار پائے جاتے ہیں۔"

میں نے ہر سامنے بنا کر جواب دیا۔ موصوف ہر دوسرے دن یہاں کیوں پائے جاتے تھے یہ بتائیے۔ اس لیے نہیں پوچھا تھا کیونکہ یہ بات پہلے سے جانتی تھیں۔ ایک تو آپ کی زبردستی تھا کہ مٹگنی کھڑی جائے اور سے جس سے کی جائے وہ آپ کو کچھ خاص گلاس بھی نہ ڈال ہو تو دل پر کیا گزر سکتی ہے اس کا انداز وہی لڑکیوں کا سکتی ہیں۔ کچھ نہیں اس صورت حال سے واسطہ پڑا ہو۔

میں بے چاری اچھی بھلی بیٹ کی طرح اپنی چھپیاں انجوائے کرتے تھی۔ کھڑکی ہوتی تھی۔ میڈیکل کلج میں داخل ہو جانے کی خوشی بھی اس بار شامل تھی اس لیے وہاں بیٹھ سے بھی زیادہ انجوائے کیا۔ یہاں میرے پیچھے کیا پھڑکی اور کب کی مجھے بالکل پتا نہیں چلا۔ پتا تو اس وقت چلا جب میں اسلام آباد ہٹی کے ساتھ خوب گھوم پھر کر صبح مستی کر کے کراچی واپس لوٹی اور اپنی بات ملے کہنے جانے کی اطلاع سنی۔ مجھ سے پوچھنے کی زحمت تو کیا کی جاتی ہیں ایک رسی ہی اطلاع دے دی تھی ای نے گویا میرے اعتراض یا انکار کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جب میری چیخ و پکار اور احتجاج کو ای نے کوئی اہمیت نہیں دی تو میں نے اسلام آباد والی کو فون کھڑکایا۔

"کب کی بیٹی اور ولاد نے میرا جینا بھر کر دیا ہے ابھی میں ڈھنگ سے اپنی میڈیکل کلج میں داخلے کی خوشی بھی نہیں منا پاتی ہوں اور انہوں نے میری ساری

خوشی ہی لے کر ہلا کر دی۔" میں نے روتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔

"دلخ غراب ہو گیا ہے کیا صدیقی نک۔" ثانی نے مجھے سے کہا۔ جب وہ ابابہ کسی وجہ سے خفا ہو تیں تو انہیں سادہ کے بجائے صدیقی ہی کہا کرتی تھیں۔ ثانی نے ابابہ سے کہا کہ ابابہ مجھے نہیں معلوم۔ اس البت یہ ضرور ہو گا کہ اس رات ابابہ مجھے واوی کے کمرے میں بلوا لیا۔ وہاں واوی اور ای کے علاوہ ڈاکٹر چاچو بھی موجود تھے۔

میں نے سنا ہے ہماری بیٹی کو اس رشتے پر اعتراض ہے۔

بعد میں ای سے چاہے جتنی بھی ڈانٹ پڑی کہ ابابہ کے سامنے اتنی بے شرمی سے اپنی شادی مٹگنی کی بات کیوں کی مگر میں اس بل بے ساختہ رو باہمی توازن میں بول پڑی۔

"ابابہ آپ نے دیکھا ہے علی کو اتنا تو وہ چاہے آپ کی باتوں کی بی بی تو دنیاں خوب خوب کھڑی کرتی ہو جائے گی۔"

کہانے سے اسے مشت تھا۔ لگتا تھا وہ لکھوئی کہانے کے لیے ہے۔ رات بھر اور کہانے کے سوال سے زندگی میں کوئی تیسرا کام نہیں تھا۔ "میری نازوں کی بی بی کو دنیاں کیوں قصور پڑیں گی۔ پیچھو کے گھر کا لگ کیا ہوا؟" ابابہ نے محفوظ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

ڈاکٹر چاچو مجھے مسکراتے تھے جبکہ واوی اور ای مجھے گھور رہی تھیں۔ ڈاکٹر چاچو کا وہ فیورٹ تھا اس لیے ان سے اس معاملے میں مدد کی کوئی توقع نہیں تھی۔

"ابابہ اتنا مونا بھی تو ہے پورا کا پورا ایک شو (High show) میں کھنکی۔"

"یہ کیا ہا ہے؟" واوی نے مجھے گھورتے ہوئے اس سے پوچھا جو بالکل وقت بے لگا کر فیس دے رہے تھے۔ "ایک سطر کا ہم ہے اماں۔" ڈاکٹر چاچو نے ان

کی مشکل آسان کی۔

ابابہ کے سامنے جتنی بڑی اور بے ڈھنگی وہ لیں میں نے اس مٹگنی کی مخالفت میں پیش کی تھیں۔ ان کا نتیجہ یہی نکلا تھا کہ اسی اقرار کو اپنا بطور مٹگنی کی رسم اور لکھی جائے۔ مٹگنی کی رسم بھی اتنے ہی وقیانوسی طریقے سے انجام دی گئی تھی۔ یہاں پیچھو اور انگل نے اگر مجھے اتنا بھی پسندی اور وہاں ای ابابہ نے جا کر علی کو اتنا بھی پسندی۔ سب لکیر پینے اور تم منانے کا کیا فائدہ تھا۔ مٹگنی میری ہوتا تھی سو وہ بھی تھی۔ میں نے اس رشتے کے ساتھ سمجھوتا کر لی لیا۔ میری دوستوں کے بھروسوں نے اس سلسلے میں میری کافی مدد کی تھی۔ ان سب کا کہنا تھا کہ وہ خاصا گڈ لکنگ ہے۔ بس گوراسا اور سٹ ہے اگر وہ اپنا وزن کم کر لے تو بالی سب ٹھیک ہے۔

اس جیسے موٹے بھالو کو میری جیسی نازک اور باریکی لڑکی مل رہی تھی اسے تو میرے آگے پیچھے کرنا چاہیے تھا مگر یہاں تو کنگا ہی الٹی ہو رہی تھی۔ ابابہ کزنز ہماری کوئی بہت شاندار قسم کی دوستی نہیں کی بلکہ جو اس کے کہ وہ ہر دوسرے روز ہمارے کمرے میں آکر آتا تھا۔ اس کا ہمارے گھرا تنی کثرت سے آنا اس کے دونوں عشقوں کی وجہ سے تھا۔ بی ہاں اس کے دونوں عشق تھے ایک بے تحاشا کھانا اور ایک بے تحاشا بھنا اور یہاں اس کے یہ دونوں عشق ای اور ڈاکٹر چاچو کے ذریعے پورے ہوتے تھے۔ ہماری ای کو پتا نہیں وہ کیوں اتنا پسند تھا۔ اسے پتا کیا کر کھلا کر بلکہ کھانا اگر بڑی خوش ہوا کرتی تھیں اس چٹکی شکل دیکھنے ہی لیے میں شدید کھول کر۔

"وہاں ہماری پکار رہی ہوں کھا کر جانا۔"

جیسا کوئی جملہ سمجھیں اور بیٹا بغیر کسی تکلف کے اپنی خوب بیٹ بھر کر اور ہماری کی ڈھیر ساری باتیں کرتے ہوئے کھانا کھا کر ہی جانک۔ ڈاکٹر چاچو نے وہ پڑھائی میں بہت مدد لیا کرتا تھا۔ کبھی اسے ان

سے کوئی ریفرنس دیکھ کر ہوتی اور کبھی گلاس میں میجر کی کوئی بات پڑے نہیں پڑتی تو ان سے اگر سمجھ لی جاتی۔ وہ ڈی ایم سی میں مجھ سے دو سال سینئر تھا۔ مٹگنی ہو جانے کے بعد بھی اس کی آمد ان ہی دو وجوہات کے تحت ہوتی تھی۔ مٹگنی سے پہلے تک تو یہ سب ٹھیک تھا مگر مٹگنی کے بعد تو ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا نہ ہم کزنز تھے ہمارے ایک دوسرے کو فون کرنے پر ملنے پر پابندی کا سوا ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنی دوستوں سے سنا تھا کہ لڑکے اپنی سنگیتوں کو مٹگنی کی رات یا اس کے اگلے روز لازمی فون کرتے ہیں۔ یہاں تو اتنا تو میری رشتہ تھا وہ فون کے بجائے خود بخود نہیں آجاتا تو بھی کوئی اعتراض نہ کرتا اور وہ موصوف اگلے روز آئے بھی تھے مگر مجھ سے ملنے نہیں ڈاکٹر چاچو سے انٹرویو کی ایک کتاب لینے اس بد نیز کو میرے سوا ہمارے کمرے میں سب کچھ نظر آتا تھا۔ ای اور ڈاکٹر چاچو تو تھے ہی اس کے پسندیدہ ترین بھائی میرے بھائیوں سے بھی اس کی بے تکلفی تھی اور مجھ سے پہلے جیسی سرسری ہی گفتگو۔

"کیسی ہو؟"

"پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟"

کچھ فضول اور "غیر سنگیترانہ" سوالات تھے تاہم جو صاف لگتا تھا میری شکل دیکھ کر اخلاقا "پوچھ لے گئے ہیں۔ اس کی ان حرکتوں پر میرا انتقال نہ جلا کر آکر آسہ ہمارے گروپ میں شامل نہ ہوتی۔ ہم پانچ دوستیں سیٹ جوزف سے ایک ساتھ انٹر کر کے ڈی ایم سی میں آئی تھیں۔ انٹر تک ہم چھ تھے مگر بے چاری علیمہ کا ہمارے ساتھ داخلہ نہ ہوسکا تو ہم پانچ ہی گئے۔ ہم پانچ کو دوبارہ چھ بٹالے ہمارے گروپ میں زبردستی آسہ کو شامل کر دیا گیا تھا۔ وہ بٹالے ڈیڈی کے پڑوسیانہ تھیں۔ انکوئی بیٹی تھی اور نئی تی گلاسکو سے پاکستان آئی تھی۔

بٹالے کے ڈیڈی نے آسہ سے بہت اچھی دوستی رکھنے اور اس کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کی تھی اور



اسی خاص تاکید نے ہم سب کو اس اترا تلی شکل کو پروا دہشت کرنے پر مجبور کیا ہوا تھا۔ جب بھی اسے گروپ سے الگ کرنے کی بات ہونے لگتی تھی ہم سب کے ہاتھ پاؤں جوڑنے بیٹھ جاتی۔ بہت دنوں تک تو وہ اپنے گلاسکو کے قصبے سٹائٹا کر رہی ہمارا دلخیز خراب کرتی رہی پھر اچانک ہی اس کا ہماری گلاس کے سب سے ہنڈ سم اور سب سے ذہین لڑکے عثمان سے انصر ملنے لگا۔ یہ انصر اتنا زبردست اور اتنا زوردار تھا کہ تھوڑے ہی دنوں میں اس کی شہرت پورے کلچ میں پھیل گئی۔ ہماری گلاس کی تقریباً تمام لڑکیاں (ظاہری بات ہے) آسیر سے جھلس ہوتی تھیں۔ گلاس کے سب سے شاندار لڑکے کو اس نے اپنی لڑکیوں کے جال میں پھنسا لیا تھا اور باقی سب بے چاریاں دیکھتی ہی وہ کھنکھاتی تھیں۔

”موز دست ہیں ایسی کوئی حسین بھی نہیں۔ عثمان کا ٹیسٹنی سزا ہوا ہے۔“

یہ ہمارے گروپ کی شا کا بیان تھا جسے عثمان کی چوائس سے سخت صدمہ پہنچا تھا۔ ان محترمہ نے گلاس کے سب سے ہنڈ سم اور چار منگ لڑکے کو اپنے قابو میں کیا تھا تو انہیں باقی سب لڑکیوں سے بالعموم اور ہمارے گروپ سے (میرے علاوہ) بالخصوص خطوط بھی لاحق رہا کرتا تھا۔ اسے اسی خطرے کو دور کرنے اور ہم سب کو یہ یاد کرانے رہنے کے لیے کہ اس ”مفتوحہ زمین“ پر کوئی اور جھنڈا لگانے کی کوشش نہ فرمائے۔ وہ اس قسم کی باتیں کیا کرتی۔

”کل تم لوگوں کے ہنڈی نے فون پر دو کھنڈے مجھ سے باتیں کیں۔ رہیں پورے پورے میرا ہاتھ دکھ گیل۔“

ہنڈی کہہ دینے سے کون سا ”مستثرین عثمان“ نے سکہ ہرجا اور اسے ٹیٹھی ٹیٹھی لگا ہوں سے دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔ ہنڈی والے رشتے کی ناکامی پر اس نے عثمان کو ہم سب کا بھائی بنا دیا اور پھر کھنڈے کچھ یوں ہونے لگی۔

”تمہارے بھائی کتنے خوش قسمت ہیں“ انہیں مجھ جیسی خوب صورت لڑکی اتنے آرام سے مل گئی

”جی“

سیکڑ جو ہمارے گروپ کی سب سے منہ چھٹ لڑکی تھی اس نے چکر ایک بار آسیر سے بول دیا۔

”ہمارا دلخیز خراب نہیں ہو گیا جو اتنے ہنڈ سم لڑکے کو اپنا بھائی بنائیں۔ تم اسے ہمارا گلاس قیلوئی رہتے۔“

اس بات کے بعد اسے سیکڑ سے سب سے زیادہ خطہ لاحق رہنے لگا تھا۔ شانے آسیر کے بارے میں ایک اور دو گروپ بات بھی بتائی تھی۔

”صبح میں تم لوگوں سے پہلے آئی تھی آسیر کو ریلوے میں سٹون سے ٹیک لگا کر کھڑی تھی۔ میں اس کے پاس جا کر کھڑی ہوئی تو سلام دعا کرتے ہی وہ مجھ سے کہنے لگی۔“

”یار شا! پلیز ہائٹ مت کرنا“ میں اس وقت یہاں عثمان سے بہت ضروری بات کرنے کے لیے کھڑی ہوں۔ وہ تمہیں میرے ساتھ کھڑا دیکھے گا تو یہاں آتے ہوئے پچھپچھائے گا۔

”He is very shy yaar“

شانے نے آسیر کے اترتے ہوئے لمحے کی ہوسو نفس اتاری۔ شانے کے ہاتھ کے بعد ہم سب نے اس جج کو خاص طور پر نوٹ کرنا شروع کیا تو پتا چلا کہ ریلوے میں سٹون سے ٹیک لگا کر کھڑا ہونا اس کا عثمان کو اپنے پاس بلانے کا اشارہ ہوا کرتا تھا۔ جب وہ گلاس کے دیگر لڑکوں کے ہجوم میں گھرا ہوا ہوتا اور اتنے سارے لڑکیوں میں کھنس کر وہ اسے بلا نہیں پاتی۔ ہم نے غور کیا تو پتا چلا کہ ریلوے سٹون کے پاس پہنچتی ہے اور اور ہر وہ دم وہاں سیدھا اس کے پاس۔ کیا نکالی جاتی تھی محترمہ نے عثمان جب ایک ہی سیکڑ میں ”گلاس کے لیے کیا تم“ ہے بلکہ عالیہ“ جیسے انداز میں اس کے پاس پہنچتا تو اسے ساتھ آسیر کا اپنے ساتھ موازنہ کرتی۔ تو وہ پھر چلا رہی ہے جبکہ میری تو باقاعدہ سٹونی ہوئی ہے۔ میرے محکمتر صاحب عثمان ”دیوار کھڑکیاں“ سے

ان سب کو تو پھوڑیں اگر میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر (جب وہ سلامت تھا) اس کے Roof پر wall Parapet (نیلوں) سے لٹک کر بھی کھڑی ہو جاتی اور وہ اس وقت ای کے ہاتھوں کی پکی نماری کھا رہا ہوتا تو کتنا۔

”پہلے میں نماری کھاؤں پھر اگر نماری بات ملتا ہوں۔“

اس سے اگر نماری اور مجھ میں سے کسی ایک کو چٹنے کو کہا جاتا تو وہ نماری کو پخت۔ میرے محکمتر کو مجھ سے زیادہ نماری پائے“ حکیم اور ہروانی سے پار تھا۔ کیا یہ بات دل چلانے والی نہیں تھی؟ کلچ میں میں عثمان کو گلاموں کی طرح آسیر کے آگے پیچھے پھرتے اور اسے ”تمہارے ہنڈی کہہ رہے تھے“ تمہارے بھائی نے۔ کہا“ کہتے سٹنی اور کھر اس موٹو کو خود کو نظر انداز کرتے دیکھتی۔ میں ان باتوں پر ہی جلی بیٹھی تھی کہ اسی پچھلے مہینہ جو عید اگر گزری تھی اس نے میری رہی سی سب امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ عید کی صبح میں اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھی جب روٹیل کمرے کے دروازے سے مجھے پھینرا ہوا گیا۔

”جلدی سے نیچے آ جا میں بھو ایک شو (show) (Rip) اپنی منگیت سے عید ملنے تشریف لائے ہیں۔“

”اگ میں ایک پلٹ بھی ہے لگتا ہے“ آپ کے لیے دل کٹ آیا ہے۔“

میں جلدی جلدی اپنی نماری مکمل کر کے بھاگتی رہی نیچے آئی تو وہاں سولے گھر کے افراد کے کوئی نہ تھا۔

”ابھی کوئی آیا تھا کیا؟“ میں نے امی کے ساتھ بچپن میں آتے ہوئے محصومیت سے بن کر پوچھا۔

”ہاں“ امی سب کو سلام کرنے آیا تھا۔ عید کے دن ہاں کو جا کر سلام کرتا“ ان سے دعا میں لیتا اب تو ہمارے الی روایتیں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ چلو ہماری دل کے بچوں میں اس چیز کا شعور ہے یہی غیبت

میں گلاس کے سارے یا بگی اور سارے کے مجھ پر جو اس صبح نے امی کی کئی بات کچھ مہوتے اتنی تیاریاں کر کے بیچے ہیں میں ایک اچھا خیال ماموں اور مامی کو سلام کرنے اور لینے آیا تھا اور وہ پکٹ؟ اپنی کسی گریل فریڈ سے خریدی ہو گا۔ اس موٹے بھالو کی کون لڑکی گریل فریڈ بنے گی۔ خیر اس دنیا میں بدلتی لڑکیوں کی کون سی کی ہے اس کی مثال کلچ کی وہ بہت سی لڑکیاں ہیں جن سے موصوف کی گاڑی چھٹی ہے۔

عید والے اس واقعہ کے بعد میں نے بھی میک ڈونلڈ کے اس بک میک پر ہزار دفعہ محنت سمیٹی اور اپنی زندگی میں گمن ہو گئی۔ میں کوئی ایسی گئی گزری تھی جو اس کے آگے پیچھے پھوں۔ بھانڈ میں جائے اب کھر آتا تو میں اسے اس سے بھی زیادہ نظر انداز کرتی۔ کلچ میں سامنا ہوتا تو اس سے ایسے گزر جاتی جیسے وہ کھانگ نہ ہو اور اگر کبھی اس کی فون کال رہیں تو اس کے ”میں علی بول رہا ہوں“ کہتے ہی اسے ہولڈ کروا کر ڈاکٹر حاجو“ وادی یا امی کو بلا کر لے آتی۔ چھ مہینے کی ہماری سٹنی میں نبھانے میں تھی ہزار بار اس پر لعنت بھیج چکی تھی اور نبھانے اپنا کتنا لڑخون جلا چکی تھی۔

صبح ناشتے کے وقت ایک ندر بچا تھا۔ روز صبح ہمارے گھر ایسا ہی بھونچال آیا ہوا تھا۔ جب تک کہ روٹیل اپنے کلچ اور سوز اور ہشرائے اسکول نہ چلے جاتے یہ طوفان اونچی سب کچھ بلائے رکھتا ہی نہیں ناشتے کے دوران دیکھا جاتا کہ ابا اور ڈاکٹر چاچو ناشتے کے دوران اخبار کی سرخوں پر نظریں دوڑانے کے ساتھ ساتھ لی وی پر خبریں سننا بھی پسند کیا کرتے تھے لوگوں کے شور میں لی وی کا شور بھی مل جاتا تو واقعی کھر میدان جنگ لگنے لگتا تھا۔

”میں اس بھی کبھی سو تھی“ امی ”نکسی“ چاندنی چوک سے ہار گئیں۔ ”لی وی پر یہ خبریں ہی وادی کا مول آف ہو گیا۔“



"یہ کون ذات شریف ہیں؟" ڈاکٹر چاچو نے دادی کے گلے منہ کو تجب سے دیکھ کر مجھ سے پوچھا۔ میں دادی ہی کی بدولت، بغیر کسی خواہش کے اشارے میں کے تمام ڈراموں کی مکمل معلومات رکھا کرتی تھی۔ اس لیے ڈاکٹر چاچو کے احتضار کا فوراً جواب دے دیا۔ ہنسی بھی اس خبر کو کافی غور سے سن رہی تھیں لیکن ان کے چہرے پر دادی جیسا غم و الم نہیں پھیلا تھا۔ مجھے پتا تھا ان تمام سوسائٹیز میں ہنسی کو بہترین سے نہیں بلکہ ٹیگٹیو کرداروں سے بددلی ہو کر رہی تھی۔ ان کی عجیب سی سوچ تھی۔ ہر فلم، ہر ڈرامہ اور ہر کہانی میں انہیں مثبت کردار سے زیادہ منفی کردار پر تیار کیا کرتا تھا۔ مثلاً "آپ اگر اکبری" (اصغری جیسے مشہور و معروف کرداروں ہی کو لے لیں تو انہیں اکبری بہت سوئیٹ اور بڑی کیوٹ لگتی اور اصغری وہ منفی، بیسنی، مکار اور نبھانے کیا کیا لگا کرتی تھی۔

"جیت جاتی ہے چاری۔ وہاں کی عورتوں کی بھلائی کے لیے ہی کچھ کام کرتی۔" دادی ہنستے چھوڑ چھاؤنی اگال یہ فلم مٹانے میں مصروف تھیں۔

"ہائی! تمہیں اپنی کچھ فکر ہے کہ نہیں۔ اب تو تم سے چودہ سال چھوٹی تمہاری بھانجی تک کی مٹنی ہو گئی ہے۔" اسی نے رات والا موضوع ایک بار پھر شروع کیا۔

سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد اب ناشتے کی میز پر امی، ہنسی اور میں ہی رہ گئے تھے۔ مجھے آج کل کچھ دیر سے جانا تھا۔ ہنسی اس جانے کے لیے بالکل تیار تھیں مگر امی نے سب کے جانے ہی جو یہ موضوع پھر سے چھیڑا تو انہیں رکنا پڑا۔

"ایسا! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ مجھے اتنے بے خبر سمجھتی ہیں کہ میں اپنی لاڈلی بھانجی کی مٹنی تک سے لاعلم ہوں گی یا آپ کو میری یادداشت پر کچھ شبہ ہے؟ کل صبح کی شادی اور اس کے بچوں کے بارے میں مجھے معلومات فراہم کر رہی تھیں۔ آج کل کے بارے میں۔ یقین کریں، میرا حافظہ بفضلِ تعالیٰ بالکل ٹھیک

کام کر رہا ہے۔ پتا ہے، ہمارے آفس میں جو اکاؤنٹس منیجر ہیں وہ اس بات پر کیا کہتے ہیں۔"

انہوں نے کوئی کل افشانی شروع کی ہی تھی کہ امی نے انہیں ناراضی سے چپ کرادیا۔

"نہیں سننے مجھے تمہارے اکاؤنٹس منیجر، کمپیوٹر آپریٹر ایم ڈی اور بیون کے قصے۔ ساری زندگی کیا یہی قصے سناتی رہی ہیں کہ تمہارے ایم ڈی ڈیریننگ کتنی عمدہ کرتے ہیں اور تمہارا بیون چائے کتنی بری بنا رہا ہے۔ اب میں تمہارے منہ سے تمہاری ساس، نندوں کی برائیاں اور تمہارے میاں کی شکایتیں کہ تمہاری اتنی محنت کے باوجود اسے تمہارے ہاتھ کا پکا کھانا پسند نہیں آتا جیسے قصے سننا چاہتی ہوں۔"

امی بہت سنجیدہ اور غصے میں تھیں مگر ان کی غصے سے کی گئی اس بات نے مجھے اور ہنسی دونوں کو ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہنسی خوب کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔ جبکہ میں امی کے غصے کے پیش نظر سر جھکا کر مسکراہٹ ضبط کر رہی تھی۔

"ایسا! میں آپ کو اپنا سچا بددلی اور خیر خواہ سمجھتی تھی۔ آج پتا چلا۔ آپ میرے مستقبل کے کتنے "مسلمانے" بنے۔" دیکھا کرتی ہیں۔ ایک تو میں کسی لشکر کے لیے کھانا پکاؤں، وہ بھی بہت محنت کر کے اور سے وہ اس میں مین بیچ نکالے، سرنہ پھاڑوں میں ایسے خبیثت کا۔ اول تو ایسا وقت میری زندگی میں کبھی آنا نہیں ہے اور اگر آیا تو میں مظلوم عورتوں کی طرح آپ سے شکایتیں کروں گی؟ اس ایڈیٹ کا دل غم نہ لھکانے لگاؤں گی دو سیکنڈ میں۔"

ہنسی امی کو افسوس بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے انہیں اور اپنا بیگ کاندھے پر ڈال دیا۔

"ببخشو لی ایسا! اپنی اندوڑی ہی بھلی۔" انہوں نے اپنی اردو والی کاشتوت دیتے ہوئے امی کے تہو نصیب کو مزید بڑھایا۔

"تم سے بات کرنا پھر سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے۔ اچھا کیا جو میں نے گی کے انٹر کرتے ہی مٹنی کر دی۔" ورنہ تم سے اتنا دوستانہ اور یارانہ اسے بھی

تمہارے جیسا بنا دیتا۔ کاش امی نے بھی تمہاری ہلک "انٹر کے دوران مٹنی اور پھر بحث پٹ شادی کر دی ہوتی" اس وقت اب کی طرح خود سر تو نہ رہتیں۔"

ہنسی نے مزید رکنا اور اس گفتگو کو طویل و نامناسب نہیں سمجھا تھا۔ پہلے ہی آفس کے لیے لیٹ ہو رہی تھیں۔

"اللہ حافظ ایسا ایسا کی گئی!" ہم دونوں کو ہاتھ ہلاتی اور انگ روم سے باہر نکل گئیں۔

"نہ کچھ تم نے اسے" کس طرح بات ٹال کر چلی گئی۔ اس سے شادی کی بات کی جا سکتی ہے؟ اور اوہر تمہاری ٹالی نے فون پر مجھے حکم سنایا ہے کہ میں اسے شادی کے لیے راضی کروں اور اس کے لیے ایک عدد مناسب سارشتہ بھی تلاش کروں۔ رشتے کا ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے اس سے کون مغز ماری کرے۔ میرے بچے میں اتنا دم نہیں کہ اس کی اوٹ پٹانگ باتیں سن سکوں۔ امی کو کتنی فکر ہے اس کی شادی کی اس احمق کو کوئی احساس ہی نہیں۔ آج اگر رشتے مل بھی رہے ہیں تو چند سالوں بعد تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ پتا نہیں کس سے پٹنی ہے۔"

امی واقعی اس وقت کافی پریشان لگ رہی تھیں۔ بات کسی بھی پریشانی کی۔ اپنی چھوٹی بہن کا اگر وہ کھرہا اور کیا چاہتی تھیں تو ایک بار خواتین تھیں۔

"واقعی ہنسی کو شادی کر لینی چاہیے۔ آخر اس شادی کالی اتنی بری چیز بھی نہیں جس سے ہنسی اس قدر بے چین۔" میں نے دل میں سوچا۔

"ایک طرف ہنسی نے پریشان کر رکھا ہے تو دوسری طرف تمہارے ایسا نہ انہیں اپنے لاڈلے بھائی کی لاش کی فکر ہے کہ رہے تھے۔ کیا پھلے میں لاشی کرے گا؟ اس کے بچوں کی اسکول ٹیچس اس کی دھن میں سے جلیا کرے گی؟"

امی رتن سمجھتی ہیں سے انہیں۔

"تمہارے کے سارے پاگل اور جھپٹی دھاری ہی فیملی میں پیدا ہونے تھے۔" امی ہنستے ہوئے کچن میں چلی

نکلیں۔

"تمہارے کے سارے پاگل اور سارے کے سارے جھپٹی۔" میں نے امی کی کئی بات کچھ سوچتے ہوئے دہرائی۔ میرے ذہن میں ایک اچھوتا خیال ابھرا۔

"پاگل ہنسی! پاگل ڈاکٹر چاچو۔ ایک پاگل پاگل سا کیل۔ ایک پاگل پاگل سی فیملی۔ واؤ! زبردست۔"

میں اپنے اس شاندار آئیڈیے پر اچھل ہی تو پڑی تھی۔

"ہم میں سے کسی کے ذہن میں یہ خیال کبھی نہیں آیا۔ ہنسی اتنی خوبصورت، اتنی انکوکیشٹ ڈاکٹر چاچو اتنے چٹا سم، اتنے قاتل اور ماہر ڈاکٹر۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کتنے جتے۔ واقعی چاند سورج کی جوڑی۔"

میں خوش و خروش میں ڈوبی یہ سب سوچے ہی چلی جا رہی تھی کہ میری خوش فہمیوں کے غبارے سے یہ سوچ کر فوراً ہی ہوا نکل گئی کہ امی کے گلے میں کھنٹی کون پاندھے گا۔ اگر ہنسی کو شادی کے لیے راضی کرنا ناممکنات میں سے تھا تو ڈاکٹر چاچو بھی خاصی ٹیڑھی کھیر تھے۔ ان کے ساتھ ہنسی والا یہ مسئلہ تو نہیں تھا کہ وہ میرے سے شادی ہی کے خلاف تھے اور شادی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ شادی کرنا چاہتے تھے مگر اپنی پسند کی لڑکی سے اور اس کا لہنا کچھ سہل نہ تھا۔ اپنی من پسند لڑکی کی تلاش میں وہ اپنی شادی لیٹ کیے چلے جا رہے تھے۔

امی کبھی کبھار جل کر ولوی کو یہ سنایا کرتی تھیں کہ اب بیٹے کے لیے لڑکی نہیں بلکہ عورت تلاش کریں۔ دادی کو یہ سن کر آگ لگ جاتی تھی۔ وہ ابھی تک اپنا کو بڑھانے کو تیار نہ تھیں تو ڈاکٹر چاچو تو واقعی خیر سے انہیں جوان جہاں بلکہ نوجوان تھے۔ "نوجوان" دادی کی نگاہوں میں انہیں تو سولہ سال کی لڑکی بھی مل سکتی تھی۔

ویسے امی ساس کو چڑانے کے لیے دلدار تھے تعلق جو کھٹکھٹ کر رہی تھیں کچن میں لیوہ سچائی نہیں تھی۔



داوی کی کم عمر لڑکی مل جانے والی بات سے میں سوچتا رہا۔  
متعلق تھی۔ خود میری شہریت بھی کلاس فیلو اور سہیلیاں  
یا قاعدہ ڈاکٹر چاہو پر عاشق تھیں۔ اگر کسی دن یہ بتا دیا  
جائے کہ آج وہ مجھے کچھ لکھ کر لے آئیں گے تو میرا پورا  
گروپ میرے ساتھ کھڑے کھڑے گیت کے پاس ہوجاتا۔  
کمزور ان کی آمد کا انتظار کیا کرتا تھا۔ ڈاکٹر چاہو کی  
دوستیں سمجھ کر ان سب نے بیٹا کر کے بات کرتے  
بے چارے کو کیا پتا تھا کہ جنہیں بھولا معصوم اور بچہ  
سمجھ کر وہ بیٹا کر رہے ہیں وہ میری چاہی بننے کے  
خواب دیکھ رہی ہیں۔

جدا اور علی نے تو بڑی کمینگی سے کئی بار مجھ سے  
تک کہا تھا کہ جب ڈاکٹر چاہو کی بیوی کا چٹا ہونے  
لگے تو اپنی ممکنہ چاہیوں کی فہرست میں میں ان دونوں  
کا نام بھی ضرور شامل کروں لیکن مسئلہ یہ تھا کہ  
چاہیوں کا چٹا کرنے کا ہمیں موقع ہی نہیں مل پاتا تھا۔  
شروع میں تو ڈاکٹر چاہو نے خود اپنی شادی کے لیے  
جنتی سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ ابھی وہ مزید تعلیم  
حاصل کرنا اور اپنا کیریئر بٹانا چاہتے ہیں مگر پھر جب وہ  
لندن سے اپیشل سرجن بن کر کے آئے اور ان کا کیریئر  
بھی ان کی حسب خواہش بن چکا تب داوی اور دونوں  
چھو بیسوں نے اس گھر کی دوسری ہوسکی تلاش شروع  
کی۔ اب ان کا اتنا قابل لائق فائق ڈاکٹر پتا تھا اس کی  
ہونے والی بیوی کو اس کی طرح قابل ڈاکٹر تو ضرور ہونا  
چاہیے تھا۔ چنانچہ محاورہ "نہیں" "میتھینا" ان سب  
نے جوتیاں گھسی شروع کیں۔ ان کی پسند کے مطابق  
لڑکی ملنا اس لیے ناممکن تھا کہ ایک لڑکی جو بہت حسین  
بھی ہو اور اچھی فیملی سے بھی ہو اس نے صرف ایم جی بی  
ایس ہی نہ کیا ہو بلکہ کسی خاص شعبے میں  
اپیشل سرجن بھی کر چکی ہو اور عمر اس کی بیس  
اکیس سال سے زیادہ نہ ہو۔ آخر کہاں مل سکتی تھی۔  
ابھی ان کی یہ تلاش جاری تھی کہ ابا کو اس بات کی  
بھنک پڑ گئی۔ وہاں اور ہنوں پر خوب خفا ہوئے۔  
"اب کب لوگوں میں سے کوئی گھر گھر نہ اٹھا کر  
نہیں جائے مجھے لڑکیاں دیکھنے کے اور دس طریقے

ہیں۔ شادی بیاہ کی کسی تقریب میں ہمیں میلا دیا سا لگے  
میں یا اور کسی بھی طرح کی پارٹی میں لڑکیوں کو دیکھا  
جاسکتا ہے۔"

ابھی کتنی تھیں یہ ماں نہیں بھائی کی شادی ہونے  
نہیں دیں گی۔ بیس سال کی انہیں پوسٹ گریجویٹ کی  
ہوئی ڈاکٹر چاہو بھی۔ کوئی عقل کی بات بھی نہیں  
تب کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ ماں ہنوں سے زیادہ اپنی  
شادی میں رکاوٹ تو خود ڈاکٹر چاہو ہیں۔ یہ سب کو اس  
وقت بتا چلا جب داوی اور چھو بیسوں کا بالآخر ایک  
لڑکی پر اتفاق ہو گیا۔ وہ پچھو کے پردوس میں رہتی تھی۔  
وہی تھی "حسین" کی گائیکا کو جو جنت سے دیکھ کر یہ  
گمان ہوتا تھا کہ جسے ابھی ابھی سینہ بکل کھڑے سے پاس  
آؤٹ کر کے اٹھایا ہے ابا کی صحت اور دھمکی پر کان  
دھرتے کسی نے بھی اس کے گھر والوں سے رشتے کی  
بات نہیں کی تھی۔ وہ لوگ انہیں یہ جانتے ہی نہیں تھے  
کہ ان کی بیوی کو اس حوالے سے پسند کیا جا رہا ہے۔  
سب یہ جانتے تھے کہ ڈاکٹر چاہو بھی ایک بار اسے دیکھ  
لیں پھر رشتے کی بات چلائی جائے۔  
پچھو نے زبردستی اپنے گھر پر ایک گیت نوکیر کا  
اجتماع کیا اور وہاں اس کی پوری فیملی کو بھی مدعو کیا۔  
وہاں انہوں نے ان دونوں ڈاکٹرز کا آپس میں تعارف  
کرایا اور انہیں باہم گفتگو کا موقع بھی فراہم کیا۔ وہ  
اتنی حسین تھیں کہ کوئی احمق ہی اس سے شادی سے  
انکار کر سکتا تھا اور ہمارے چاہو محترم نے اپنی حماقت کا  
بڑے آرام سے اعلان کر دیا تھا۔

"وہ انڈین فلموں کی شوقین ہے۔"  
چاہو نے یہ بات اس طرح بتائی گویا کہنا چاہتے  
ہوں۔ "وہ شراب کی شوقین ہے۔"  
"میں نے اس سے اس کی پہچان نہیں تو بتا چلا اس  
کی واحد بلی انڈین فلمیں دیکھتا ہے۔ وہ شاہ رخ خان کی  
ہر فلم پر گانے گاتا اور دیکھ چکی ہے۔" ڈاکٹر چاہو نے اس  
رات گھر آکر داوی کے انتظار پر یہ جواب دیا تو سب  
کے منہ کھلے کھلے رہ گئے۔ وہ انڈین فلموں کو سخت  
پسند کرتے تھے۔ سوائے ان پرانی موویز کے جو

کلاسکس میں شمار کی جاتی ہیں ان کے لیے انڈین  
فلموں کا نام لیا جاتا بھی گلی تھا اس بات کو بنیاد بنا کر وہ  
کسی لڑکی سے شادی سے انکار کریں گے ایسا تو کسی  
لکھو ہم وہاں میں بھی نہیں تھا۔

"وہ شاہ رخ اور ماہموری کی بہت بڑی فین ہے۔"  
ڈاکٹر چاہو بول رہے تھے۔ گویا وہ بے چاری کسی بہت  
بڑے گناہ کی مرتکب ہو گئی ہو۔  
"اگر انڈین فلمیں دیکھنا قابل گردن نفی جرم ہے تو  
اس جرم کا سب سے زیادہ ارتکاب خود ان کی والدہ  
محترمہ فرماتی ہیں۔"

یہ میں نے نہیں "ابھی" نے کہا تھا۔ اتنی خوبصورت  
قابل اور اچھی فیملی کی لڑکی انہوں نے اس کے انڈین  
فلموں کو پسند کرنے کے جرم میں پابند کر دی تھی۔  
کوئی تک نہیں بھلا۔ اتنی مشکلوں سے تو داوی اور  
چھو بیسوں کا ایک لڑکی پر اتفاق ہو سکا تھا۔ گھر میں سب  
پارے پر خفا ہوئے تھے۔ پر انہیں اس عقلی سے  
ابلی فرق نہیں پڑا تھا۔ ابا کے ناراض ہونے پر انہوں  
نے اپنی پسند صاف صاف بتا دی تھی۔ وہ داوی اور  
چھو بیسوں کی طرح اس مکتبہ فکر سے تعلق نہیں  
رکتے تھے کہ ڈاکٹر کی بیوی کو ڈاکٹر ہی ہونا چاہیے۔  
انہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ ان کی  
والدہ والی بیوی ڈاکٹر ہونا نہ ہو۔ بس اسے اعلیٰ تعلیم  
ملنا ہونا چاہیے تھا۔ چاہے اس کی فیلڈ جو بھی ہو۔  
انہیں لڑکی کے بے تحاشا حسین ہونے سے بھی کوئی  
تک نہیں تھی۔ قبول صورت لڑکی بھی چل سکتی  
گی۔ اگر اس میں وہ تمام اوصاف موجود ہوں جو وہ اپنی  
ہونے والی بیوی میں دیکھنا چاہتے تھے۔

اور وہ اوصاف کیا تھے؟  
سکھو! کھانا پکانے میں ماہر، گھریلو سوشل مائورن  
مشتی؟

ہرگز نہیں "ان تمام باتوں میں سے انہوں نے کسی  
بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ انہیں بس ایک ایسی لڑکی  
کا ہے جسے جو اچھی کتابوں، اچھی فلموں اور اچھے  
لوگ کی شیدائی ہو۔ جو کتابوں، فلموں اور میوزک

کے معاملے میں بہت اعلیٰ درجہ کا ذوق رکھتی ہو۔ انڈین  
فلمیں دیکھنے والی، انڈین آرٹسٹوں کی باتیں کرنے  
والی لڑکیوں سے انہیں بے حد۔ خود ان کا کتابوں، فلموں  
اور میوزک میں بہت عمدہ ٹیسٹ تھا۔ اوٹ پناگ  
کتابیں "بے سکرے گائے اور تھاق" سے کوسوں دور  
تک کوئی تعلق نہ رکھتے والی فلمیں۔ یہ سب ڈاکٹر  
چاہو کی آراء تھیں اور میرا ان سے تعلق ہونا ضروری  
نہیں۔ وہ ان سب سے بے حد دور رہے تھے۔ مطالعے  
کے وہ بے حد شوقین تھے۔ ہر موضوع پر وہ بے تحاشا  
پڑھتے تھے۔ ایک ڈاکٹر جو غالب کے نسبتاً غیر  
معروف اشعار اور شیکسپیر کی مختلف لائٹزروالی  
سے اپنی گفتگو میں شامل کرنا ہو، کتنی ناڈرا مختلف سی  
بات۔ ایک ایسی لڑکی جو اچھی کتابوں کا بھی شوق رکھتی  
ہو، کلاسیکل میوزک میں بھی دلچسپی رکھتی ہو اور  
کلاسکس میں شمار کی جانے والی معیاری فلموں سے  
بھی شغف رکھتی ہو۔ اس کا ملنا ناممکن تو نہیں پر  
مشکل ضرور تھا۔

ایسی یقیناً بہت سی لڑکیاں ہوں گی۔ پر چاہو کی  
قسمت "ہمارے جاننے والوں میں" رشتہ داروں میں  
یہاں تک کہ خود چاہو کی کونیکشنز میں ایسی کوئی لڑکی موجود  
نہیں تھی۔ کسی کو کتابوں کا شوق ہو تا تو فلموں اور  
میوزک کے میدان میں وہ انڈین فلموں کا نام لے کر  
فوراً اپنے نمبر گواہتی اور کسی کا فلموں میں ذوق اچھا  
ہو تا تو کتابیں پڑھنے سے اسے ہرے سے کوئی دلچسپی  
ہی نہ ہوتی۔ عجیب مصیبت تھی۔ داوی اور دونوں  
پچھو بہت ہی جلد بارہ ماہ گریختہ گئیں اور ڈاکٹر چاہو کو  
یہ اجازت دے دی کہ وہ اپنی مرضی کی لڑکی خود تلاش  
کر لیں کہ ایسا "گوہر نایاب" انہیں کیسے دستیاب  
نہیں ہو سکا۔ ابا ڈاکٹر چاہو کی اس فرمائش کو پاگالت اور  
احقانہ قرار دیتے تھے۔

داوی کہتی تھیں "یہ ان دونوں بھائیوں کا مشترکہ  
شوق انہیں اپنے باپ سے وراثت میں ملا ہے۔ کسی  
زمانے میں ابا بھی ڈاکٹر چاہو کی طرح کتابوں، فلموں اور  
میوزک میں اتنی ہی دلچسپی اور اتنی ہی اعلیٰ قسم کا ذوق



رکھا کرتے تھے۔ "اسی کا اس بات پر متنبہ نہ جاتا تھا۔  
"کسی زمانے" کا لفظ استعمال کیے جانے کا صاف  
مطلب یہ تھا کہ اسی نے آئران کے اٹلکچوٹوں کی بیٹے  
کو کسی کام کا نہیں رہنے دیا۔

"نئی مریخ کو کہاں سے یہ وراثت بیٹوں میں منتقل  
ہوئی؟ ہم نے کتاب تو چھوڑ بھی اخبار پڑھتے تک نہیں  
دیکھا تھا۔" اسی منہ ہی منہ میں پڑتا تھا۔

وہ بے بیچ تھا کہ لیا کو میں نے بھی کوئی کتاب پڑھتے  
نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ انہیں ایسا شوق لب رہا تھا۔  
اب تو وہ صرف اخبار ہی پڑھا کرتے تھے اور اس دوران  
بھی اپنی مختلف گریلو اور خاندانی مسئلے مسائل ان کے  
مکوش گزار کیے جاتی تھیں۔ ڈاکٹر چاچو کو تاحل اپنی  
پسند کی لڑکی نہیں مل سکی تھی اس لیے ابھی تک ان  
کی شادی کا معاملہ بنوں کا توں اٹکا ہوا تھا اور ان کی  
شادی مسلسل لیٹ ہوئی چلی جا رہی تھی۔ جو داوی اور  
ایا کو خاصا فکر مند کر دیا کرتی تھی۔

"پتا نہیں اس سے راک بھیڑیوں بنا کرے گا یا  
ستار اور ہارمونیم جوایا کرے گا۔" کلاسیکل میوزک  
سے شغف رکھنے والی چاچو کی خواہش پر ای میل کر  
تھیں کیا کرتیں۔ چاچو کے پاس مشرقی مغربی اور دیگر ہر  
طرح کے کلاسیکل میوزک کی سی ڈیز، کیسٹس وغیرہ  
کا زبردست کٹکٹن تھا۔ یہی حال فلموں کا بھی تھا اور  
کتابیں۔ وہ تو ان کی اسٹڈی میں ایک سے بڑھ کر  
ایک بھرتی پڑی تھیں۔ چاچو کہتے تھے وہ دوسرے  
لوگوں سے ان کی ذہنی سطح اور معیار کے مطابق گفتگو  
کر سکتے ہیں پر اپنی دوی کو وہ سولہ صد اپنی ہی ذہنی سطح کا  
دیکھنا چاہتے ہیں۔

اپنے اپنے شہنشاہ اور شور و غلاب خیالات پر کھتے  
والے چاچو کے لیے میں جی کا انتخاب کر رہی تھی۔  
ڈاکٹر چاچو انڈین سوپس اور انڈین فلموں سے تالیاں اور  
اپنی ان کی عاشق کون کون سی فلمیں ریلیز ہو چکیں اور  
کون سی ریلیز ہونے والی ہیں ان سب کی اپ نوڈیٹ  
"معلومات رکھنے والی۔ کتابیں پڑھنے سے انہیں قطعاً  
کمال مل رہی نہیں تھی۔ اپنی فیلڈ سے ہٹ کر دوسرے

کسی موضوع پر کتابیں پڑھنے کا انہیں کبھی شوق نہیں  
رہا تھا بلکہ وہ تو اخبار بھی بحالت مجبوری صرف حالات  
حاضرو سے باخبر رہنے کے لیے دیکھ لیا کرتی تھیں۔  
واقعی وہ "ڈیجیٹی" تھیں، پڑھتی نہیں تھیں اور رہا  
میوزک۔ تو وہ تمام پاپ گلوکار جو چاہے کسی ہوں یا  
ہنسکی انہیں محبوب تھے، جنہیں چاہو بے سہرا کہا  
کرتے تھے۔ ذاتی پسند ناپسند میں دونوں ایک دوسرے  
کی ضد اور اپنی اپنی ذات میں بقول اسی کے پاگل اور  
خبطی سے۔ میں ان دونوں پاگلوں کو باہم ایک کر دیتے  
کے خواب دیکھ رہی تھی۔

ڈاکٹر چاچو میں وہ تمام خوبیاں تھیں جو کسی بھی لڑکی  
کے آئینہ میں ہو سکتی ہیں، سوائے اس کتابوں  
فلموں اور میوزک والے گریز کے۔ جی سے میری  
محبت کا یہ واضح ثبوت تھا کہ میں ان کے لیے ایک  
شہنشاہ اور شہنشاہ کر رہی تھی۔ رہے چاچو تو اپنی ان کے  
لیے بہت اچھی بیوی ثابت ہو سکتی تھیں۔ یہ کمال لکھا  
ہوا ہے کہ اچھی کتابوں اچھی فلموں اور اچھے میوزک  
سے شغف رکھنے والی اچھی بیوی بھی ثابت ہوئی ڈاکٹر  
جی اسی ہی کی بہن تھیں۔ جب بقول داوی کے اسی  
نے اپنا کے فلموں کتابوں اور میوزک کے علاوہ درج  
کے تمام شوق چھوڑ دیے تو اپنی بھی چند سالوں بعد چاچو  
کو ایسا ہی بنا دیں گی۔

اپنی پاگل پاگل سی جی کے لیے مجھے اپنے پاگل پاگل  
سے چاچو بھانگتے تھے اور اب تھوڑا سا پاگل پن شہ  
کر کے مجھے یہ پرنیکٹ قسم کا پاگل کل بنوا تھا۔ اپنے  
زہن میں آتے اس منور اور شہنشاہ خیال کو خیالوں کی  
دنیا سے نکال کر حقیقت تک پہنچانا انتہائی مشکل اور  
جان جو کھوں کا کام تھا مگر مجھے اسے کرنا تو تھا ہی۔

\*\*\*

اپنی روحیل بسروز اور ہوش کے ساتھ بیٹھی ہمارے  
گھر آنے والے اور اخبار کا پختہ وار میگزین کھولے  
ہوئے تھیں۔ وہ چاروں مل کر اس میں اسے کسی بھی  
عامل صاحب کے اشتہار اور اس میں شامل لوگوں کے

الفاظ کا مذاق اڑا رہے تھے۔  
"شادی! میں نے بیٹی کی شادی کے لیے آپ سے  
اپنا لیا تھا بیٹی کی شادی آپ کی دعاؤں سے شہیت  
ہو گئی۔ اب نقش کا کیا کروں؟"  
"صاحب! میں نے بیٹی کی کینڈا میں ملازمت  
کے لیے آپ سے نقش لیا تھا۔ بیٹی کی ایک ماہ پہلے  
میں مستقل ملازمت ہو گئی اب نقش کا کیا کرنا ہے؟"  
"شہنشاہ صاحب! میں نے اولاد دینے کے حصول کے  
لیے آپ سے نقش حاصل کیا تھا، اللہ نے مجھے دینا  
دیا۔ اب صاحب میرے لیے کیا حکم ہے؟"  
"جی ہاں! اولاد بلند سوالات پڑھ رہی تھیں اور روحیل  
اور بیٹس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔  
"بیٹی! آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور نقش اپنے  
اس سنبھال کر رکھیے۔"  
اپنی آخری والے خط کا جواب پڑھتے ہوئے خود بھی  
ہنس رہی تھیں۔

"لکھا ہے یہ سارے خط پیر صاحب نے خود لکھے  
اور ہر خط مسئلہ حل ہونے کے بعد لکھا گیا ہے اور  
میں سارے وہ ہیں جو اس وقت ہمارے معاشرے  
سب سے بڑے مسئلے ہیں۔ بیٹی کی شادی، بیٹی کی  
لڑکی کیسے کیسے یہ پیر اور باپے ساتھ لوگوں کو بے  
دراغ نہاتے ہیں۔ پیر صاحب! اب میں کیا کروں؟ واہ  
وہی "مصومیت" کہوں گی انہم کیا کہتی ہو اس بارے  
میں؟"

اپنی نے مجھے بھی شامل لکھ کر دیا تھا میں لادنی تھیں  
میں لوگوں سے ذرا ہٹ کر بیٹھی ہوئی تھی اور ان چاروں  
کی طرف بالکل بھی متوجہ نہیں تھی۔ کل سے اب  
کل میں ایک ہی مسئلے میں الجھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر چاچو  
کی آواز اپنی کی جانب کس طرح مبذول کر دیتی تھی یہ تو  
کلی طور پر فکر کے بعد میرے ذہن میں نے سوچ لیا تھا  
کہ ان! ان کے ساتھ کیا کروں؟ کچھ کچھ میں نہیں آ رہا  
تھا میں نے اپنی کی بات کا جواب دینے کے بجائے فون  
کی طرف لٹکی جس کی کھنٹی بڑے زور و شور سے بجنا  
لا رہی تھی۔

"ہیلو۔" میں نے ریسیور اٹھایا۔  
"میں علی بول رہا ہوں ڈاکٹر چاچو! میں؟"  
"آج وہ "میں علی بول رہا ہوں" کہ بعد چپ نہیں ہوا  
تھا۔ مجھ سے پہلے اس نے جس سے بات کر لی تھی اس  
کا نام لے دیا تھا۔

"کینڈ نہ ہو تو۔" میں نے ریسیور کو کھوڑا اور  
روحیل سے بولی۔

"روحیل! جاؤ ڈاکٹر چاچو کو ہٹا کر کوہن کے بھانجے کا  
فون ہے۔" پھر میں ریسیور سنبھالنے میں "ٹھٹھ" ہوئے وہیں  
کھڑے ہو کر غاصے زور سے بولی۔

"اتنے امیر لیا ہیں، بیٹے کو کتابیں نہیں خرید کر  
دیتے بے چارے کو یہاں یہاں سے مانگتی پڑتی ہیں۔"  
ظاہر ہے ڈاکٹر چاچو سے کوئی کتاب مانگنے ہی کے لیے  
فون کیا گیا ہو گا۔ اپنی میری جی ہوئی شکل دیکھ کر ہنس  
رہی تھیں جبکہ میں اسے یہ جملہ سنا کر اپنے کمرے میں  
آگئی تھی۔

"ابھی تک موڈ خراب ہے میری چند اکل۔" مہنی کافی  
دیر بعد کمرے میں آئی تھیں۔

میں اس منہوس کے فون کو کب کا بھول بھی چکی  
تھی۔ کمرے میں آتے ہی میں نے ایک مرتبہ پھر جی  
اور ڈاکٹر چاچو کی شادی کس طرح ہو سوجھا شروع کر دیا  
تھا۔ انہیں شاید میری خاموشی اور سنجیدگی سے ایسا لگا  
تھا کہ میرا موڈ ابھی بھی اس موڈے آؤ کی وجہ سے  
خراب ہے۔ میرے پاس اتنا فالو فون نہیں تھا جسے  
میں اس کے بارے میں سوچ سوچ کر بھلائی۔

"یار لگی! میں ایسا کرتی ہوں، تیرا یہ مسئلہ پیر صاحب  
ہی کی خدمت میں پیش کر دیتی ہوں۔" شہنشاہ صاحب!  
میری پیاری بھانجی کا بد تمیز منگیتر اسے کھاس نہیں  
ڈالتا۔ نہ نہ۔ آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ وہ بے چاری کوئی  
گلے یا بکری ہے۔ ویسے آپ چاہیں تو اسے "مصوم  
گلے" بے زبان گلے یا اللہ میاں کی گلے سمجھ سکتے  
ہیں۔ ایسا نقش عطا فرمائیے کہ محبوب (منگیتر) اس  
"مصوم" کے قدموں میں آکر بیٹھ جائے۔"

جی کے مسخرے پن پر مجھے بے ساختہ ہنس آنے



گئی تھی مگر میں نے بڑی مشکلوں سے اس کا گلا گھونٹا۔ چونکہ اچانک ہی ایک آئیڈیا میرے ذہن میں آگیا تھا اور کل سے جو میں ہر آئیڈیے کو بوگس اور ناقابل عمل قرار دے چلی جا رہی تھی اس وقت علی کے فون نے میرا وہ مسئلہ چٹکیوں میں حل کر دیا تھا۔ اپنے ذہن میں ایک مکمل شیطانی منصوبے کے آنے کی دیر تھی میں نے غور و فکر میں ڈوبے اپنے منہ پر خاصی اداسی طاری کی اور قصداً "اسے دائیں جانب گرا دیا۔"

"Big show" کے لیے اتنی اداسی چہ چہ کیا ہو گیا میری بھانجی کے ٹیسٹ کو۔ "ہنی کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔"

"ہنی! میں اس وقت بہت غصے میں ہوں آپ مجھ سے بات مت کریں۔"

"ارے وہ تم سے بات نہیں کرتا تو تم بھی اسے نظر انداز کیا کرو۔ کیا ضرورت ہے اسے اہمیت دینے کی دفع کرو۔" انہوں نے بیڈ پر میرے قریب بیٹھے ہوئے جھٹ پٹ حل پیش کر دیا۔

"ہنی! آپ کی بھی کسی سے منگنی ہوئی ہو تو اور وہ آپ کو انگور کرتا پھر میں آپ سے پوچھتی۔" دفع کرو دفع کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ جب ایک لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ اتنے قریبی رشتے میں بندھتی ہے پھر اس کی کیا فیلنگز ہوتی ہیں آپ کیسے سمجھ سکتی ہیں۔" میں نے چڑچڑے پن سے انہیں جواب دیا۔ "ایک لڑکی اور اس کی فیلنگز۔" انہوں نے مجھے بغور دیکھا پھر شرارت سے ایک آنکھ دبا کر خالص فلمی لہجے میں بولیں۔

"نگی! کہیں تمہیں اس سے پار تو نہیں ہو گیا؟" میں نے اپنی مسکراہٹ کو بڑی مشکلوں سے ضبط کر کے چہرے پر غصے اور ناراضی سے بھرپور تاثرات سجالیے۔ "رہنے دیں ہنی! آپ کے ساتھ اس موضوع پر بات کرنا واقعی بے کار ہے۔ آپ میری فیلنگز کو ہرگز ہرگز نہیں سمجھ سکتیں۔ اصل میں آپ کا قصور نہیں ہے۔ آپ ابھی کسی کی ساتھ ایسے رشتے میں بندھی ہی نہیں ہیں۔ کیسے جان سکتی ہیں آپ یہ بات کہ کوئی

لڑکی اپنے منگیتریا ہونے والے شوہر کے حوالے سے کیا کیا کچھ سوچتی ہے اور اس سے کیا کیا کچھ چاہتی ہے۔"

میں نے بظاہر ساہ سے لہجے میں ان پر ایک بے رحمانہ بصرہ کیا۔ اپنے ان بے رحمانہ اور ظالمانہ جملوں پر میں نے خود کو دل ہی دل میں ڈھیر ساری شاباش دی۔ ہنی کے چہرے پر سے ایک پل کو مسکراہٹ واقعی غائب ہوئی تھی۔ میں نے انہیں یہ بات کہی ہی اتنے منہ پھٹ انداز سے تھی کہ وہ اپنی ازلی شوخی ایک پل کے لیے بھلا کر سنجیدہ ہو گئیں مگر پھر اگلے لمحہ وہ دوبارہ ویسے ہی من موچی موڈ میں آ گئیں۔

"اچھا چلو موڈ ٹھیک کرو سولی پر مادھوری کی بہت اچھی فلم آرہی ہے۔ چلو وہ دیکھتے ہیں۔" انہوں نے ٹی وی آن کر دیا۔ دادی کے ساتھ ہنی کے بڑے خوشگوار تعلقات استوار ہو گئے تھے۔ ان کے آجانے سے دادی کو اپنے ساتھ اشار پلس کے ڈرامے دیکھنے والی ایک ہستی میسر آ گئی تھی۔ وہ دونوں گہری سیہیلوں کی طرح ساس اور بہو کے مسئلے مسائل سے الگ تمام احمقانہ ڈرامے سے بڑے ذوق و شوق سے دیکھا کرتی تھیں اور ہنی پر آتے اس پیار ہی کی بدولت دادی نے اپنی جانب سے غیر معمولی مہمان نوازی کی انتہا کرتے ہوئے اپنے کمرے میں رکھائی دی میرے کمرے میں رکھوا دیا تھا۔ جب تک ہنی یہاں تھیں یہ ٹی وی یہیں رہتا تھا۔ ہنی نے تکلفاً منع بھی کیا تو دادی نے "میں تو ٹی وی کا ورج ہی میں دیکھ لیتی ہوں یہ بیکار کمرے میں پڑا رہتا ہے" کہہ کر ان کے انکار کو رد کر دیا۔

ہنی کے سوا یہ سلوک کسی اور کے ساتھ ہوا ہوتا تو میں جل بھن کر کباب ہو جاتی۔ میں کبھی کچھ کہتی تو انہیں لگتا کہ مجھے بوڑھی دادی کے کمرے میں رکھائی دی اور دوسری سہولیات کھٹکتی ہیں۔ ایک تو یہ اچھا سلوک ہنی کے ساتھ ہو رہا تھا اوپر سے خوشی کی بات تھی کہ مستقبل کی ساس بہو کے درمیان پہلے ہی سے خوشگوار تعلقات قائم ہو رہے تھے۔ جب یہ رشتہ دادی کے سامنے پیش ہو گا تو کیونکہ ہنی ان کی بہو کی چھوٹی







میں اسٹور میں کوئی کتاب دھونڈنے نہیں تھی۔ مجھے تو وہاں صفائی کرنے کے لیے بھیجا گیا بلکہ دھکیلا گیا تھا۔ وہاں جانا حکم حاکم تھا اور میں بے چاری حکم ماننے پر مجبور۔ میری پھٹی کاپی میں صرف اسی کو یہ نظر آیا تھا کہ مجھ معصوم سے اسٹور کی صفائی کروالی جائے۔

"گناہ خانہ بنا کر رکھا ہوا ہے اگر وہ اسٹور روم ہے تو اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہاں پاؤں رکھنے کی جگہ بھی نہ چھوڑی جائے۔"

اسٹور تو اسٹور ہی ہوتا ہے ڈرائنگ روم تو نہیں۔ چنانچہ ہمیں ہمارے اسٹور کا موازنہ کرنے کسی کی "تشریف" آنے والی تھی جو وہاں کی صفائی اڑھ ضروری تھی۔ اسی کا صفائی ستمیالی کا یہ جتوں اور کسی کی تو نہیں اکثر میری ہی مصیبت لے آیا کرتا تھا۔ ہماری اسی کو آپ "جیلا اسپیشلسٹ" بھی کہہ سکتے ہیں۔ چالے سال کرنے میں انہوں نے واقعی پلی ایج ڈی کر رکھا ہے۔ ایسی ایسی جگہوں پر وہ کھسی اور چالے پر آکر کھاتی ہیں جہاں عام آدمی کی نگاہ پہنچ بھی نہیں سکتی۔ حالانکہ انہوں نے گھر میں تین تین ماسیاں رکھی ہوئی ہیں ان میں ایک تو بچے سے شام تک کے لیے رکھی ہوئی ہے پھر اور کے اور گھر سے باہر کے کام کرنے کے لیے ایک لڑکا الگ ہے۔ ان سب کے باوجود اسی کی تشفی اپنے ہاتھوں ہی سے صفائی کر کے ہوتی تھی۔ وادی تک کو ان کے صفائی کے جتوں سے ہول اٹھتے تھے۔

"جن کوئوں میں میں گھسی ہوں وہاں کوئی نوکر گھر سکتا ہے؟ اگر میں تھوڑے دنوں کے لیے بھی کہیں چلی جاؤں تو گھر میں کبڑے پڑ جائیں گے۔" میں نے پرچائی کا بیان بناتے ہوئے اس کام سے بچنے کی کوشش کی تو اسی نے مجھے آڑے ہاتھوں لیا۔ اور یوں مجھے اسٹور میں آنے ہی تھی۔ وہیں صفائی کے دوران مجھے بہت ساری کتابیں بڑے خستہ حالوں میں اور بے ترتیبی سے ایک کے اوپر ایک رکھی ملیں۔ اس کا مطلب ہے وادی "ابا کے کتابوں کے شوق کے

بارے میں صحیح بتاتی تھیں وہ لبا کی کتابیں تھیں اور بڑے دکھ بھرے کتبے میں مجھ سے کہہ رہی تھیں۔ "دیکھو ہمیں جو دینہ عبرت نگاہ ہو۔" بعضوں نے یہ نور کی طرز پر "بھی ہم بڑھے جاتے تھے۔" فیصلوں میں بسائے جاتے تھے۔ "بھی گیا۔"

میں نے ڈاکٹر چاچو کی کتابوں کا مستقبل سوچا۔ بارے ضرر سہی تو شوق ہے چاچو کا "ہنی سے کول کی۔" اس معاملے میں اسی کی بہن ہونے کا ثبوت مت دیتے کہ۔

ان کتابوں کو دیکھتے ہوئے میرے ذہن میں ایک دوسری بات اور آئی تو میں نے ان میں سے ایک نسبتاً "اچھی حالت میں موجود کتاب اٹھالی۔"

وہ تھامس ہارڈی کی "Jude the obscure" تھی۔ میں اس رائٹر کے بارے میں میرے سے کچھ نہیں جانتی تھی پر یہ لبا کا فیلش تھا یقیناً "اچھی سی کتاب ہوگی۔ میں اس ٹیبل کو صفائی کے بعد اپنے ساتھ اٹھالیتی تھی۔"

ڈاکٹر چاچو لچ کر کرنے گھر آیا کرتے تھے مگر یہ کب قدرے تاخیر سے ہوتی تھی اور ہم گھر کے افراد کو کھانے کے لیے اور جنہیں قیلول فرماتا ہوتا تھا وہ بھی تھے ہوتے تھے۔ چاچو کی پریکٹس بہت اچھی تھی رہی تھی۔ تین ساڑھے تین بجے کے لیے گھر آکر اور کچھ یون کھتے بعد واپس چلے جانے کے بعد پھر رات دس بجے گھر لوٹا کرتے تھے۔ دس بجے بھی وہاں کے بے انتہا ناراض ہونے پر آنے لگے تھے ورنہ پہلے تو رات کے بارہ بجے تک ان کا پتا نہیں ہوتا تھا۔ لبا نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں پیسے کے پیچھے اس طرح بھاگنے کی کہ اپنی صحت تک بہا کر ڈالو تمہارے دوسرے کو لیکر ایسا کرتے ہیں تو انہیں کرنے دو تمہارے پاس تمہارے اپنے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے وقت نہ ہو تو پھر قاعدہ ایسی صحت اور خوراک کا؟"

اسی چاچو کو بچہ دینے کے لیے جاگی ہوئی تھیں۔

"اسی آپ لیٹ جائیں ڈاکٹر چاچو کو کھانا میں دے دوں گی۔"

میرے نیک پروین اور اچھی بی بی بننے والی اس ادارے نے کافی حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر سر ہلاتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ میں لاؤنج میں بے کسی سے ڈاکٹر چاچو کا انتظار کر رہی تھی۔ ہارڈی کا ٹیبل ان کے سینئر ٹیبل پر الٹا کر کے اس انداز سے رکھ دیا تھا کہ کوئی اسے بڑھتے بڑھتے کسی کام سے اٹھ گیا ہو۔

"السلام علیکم ڈاکٹر چاچو! اللہ اللہ کر کے ان کی آمد ہو گئی تھی۔"

"کب ہاتھ منہ دھولیں میں آپ کے لیے کھانا میں نے آلی ہوں۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے میرے سلام کا جواب دیا تو میں نے صحت یہ بات کہی۔ میں کھانے کی ٹرے لے کر لاؤنج میں آئی تو وہ فریض ہو کر کھانے سے اور اب صوفے پر بیٹھے تھے۔ ساڈھے ٹیبل پر کھائے گئے انہوں نے اٹھا کر دیکھنا شروع کیا ہوا تھا۔ "ایک تو چاچو بھی ناں بس۔ ساڈھے میں رکھا۔" انہیں نظر آیا "آکھوں کے عین سامنے رکھی۔" انہوں نے نہیں دے رہی۔

"ابا ابا کیا؟" انہوں نے کھانے کی خوشبو کو انجوائے کرتے ہوئے بوشوں کے حکم اٹھانے شروع کیے۔ "لوٹے لوٹے جی منو آئیے۔" بھابھی جیکم کے ہاتھوں نے کوٹے بھوک نہ بھی ہو تو بھی کھانے کو جی چاہئے۔

"ابا! کوئوں کے پاؤں سے نکالیں ہٹا کر پلیز۔" اسی کی تو دیکھیں۔ "کوئوں کی قصیدہ خوانی ہوتے ہوئے کہ میرا دل فریادی ہو رہا تھا۔ خود سے میں اس وقت میں کوئی بات شروع کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اور اب مجھے کہ انہیں اس ایک ٹیبل کے سوا وہاں سب کچھ نظر آ رہا تھا۔

اب سے یہ کیا ہے۔ ہارڈی کا ٹیبل؟ یہ کون بڑھ رہا ہے؟ آخر کار میری مشکل آسان ہوئی گئی تھی۔ میں نے جانا ان کا ہاتھ مارے حیرت کے اپنی اس رک گیا تھا۔ ان کا حیرت سے نگاہ ہو جانا اپنی

جگہ بجاتھا اس گھر میں ان کے علاوہ کتابوں کا شوقین کون پیدا ہو گیا؟

"یہ ٹیبل؟" میں نے حیران نظر آنے کی بھرپور ایکٹنگ کی "ایسے جیسے میں نے بھی اسے اچھی سی دیکھا ہو۔"

"ہاں یاد آیا۔" یہ بتی بڑھ رہی تھیں بارگاہ میں یہاں بیٹھ کر۔ اصل میں لائٹ مجھے ڈسٹرب کر رہی تھی اور بتی کو رات میں کچھ بڑھے بغیر نیند نہیں آتی۔ اس لیے وہ کتاب لے کر یہاں آگئی تھیں۔ "لا آکر کہیں اداکاری کا مقابلہ ہو تو میرا خیال ہے میں اس میں اول پوزیشن حاصل کر لوں گی!"

ڈاکٹر چاچو کو یہ جواب دیتے ہوئے میرے ذہن میں اپنی آرہی تھیں۔ جنہوں نے رات میرے ساتھ "اسپاڈر میں" دیکھی تھی اور جو یقیناً "میری ہی طرح تھا میں ہارڈی ہام کے ان صاحب سے ملاؤف ہی ہوں گی۔"

1895ء میں چھپا تھا یہ ٹیبل ہارڈی کا آخری ٹیبل ہے۔ تب کے مغرب کی قدیم اب سے بہت مختلف تھیں۔ اسی لیے اس ٹیبل میں اس ٹیبل پر بہت تنقید ہوئی تھی بہت شور مچا تھا۔ کئی براہیلا کہا گیا تھا اور اس نے تنقید کا اثر تھا کہ ہارڈی نے آئندہ فکشن لکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

چاچو روایتی سے بولتے بولتے چپ ہوئے پھر میری طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہنے لگے۔

"رہنے دو" میں غلط جگہ "غلط بات کرنا شروع ہو گیا۔"

چاچو سے غلط جگہ غلط بات ہونے لگی تھی تو کیا ہوا لم انڈیا میں نے صحیح جگہ صحیح بات کر دی تھی۔ پرسوں رات جو میں اپنی کانٹام لے کر فلیمن اور گائے ان سے لائی تھی انہوں نے ہی اپنی کانٹام چاچو کی نگاہوں میں زبردست بنا دیا تھا۔ مزید اس پر ٹیبل اس نے تو اس ایج کو چار چاند لگا دیے ہوں گے۔ اور پھر سب کچھ اتنی ہوسپاری سے کہ اس میں مکاری کا ٹکڑا تک نہ ہو۔ فلموں اور میوزک کی VCD اور CDS کا چاچو پر



اچھا اثر پڑا یہ میں نے یوں جان لیا تھا کہ بنی کو آئے  
ہفتہ واکس دن ہو چکے تھے اور ان تمام دنوں میں چاچو نے  
ان سے سلام دعا اور انتہائی رسمی قسم کی خیریت سے  
آگے بڑھ کر کوئی بات نہیں کی تھی۔ ان دنوں کی  
ملاقات بھی اکثر صرف ہلکے اور دُور کی ٹیلی پر ہو کر تھی۔

مگر کل رات کھانے کے دوران چاچو نے بتایا ہے۔  
"آپ ٹھیک ہیں؟" خیریت سے ہیں۔" سے ہٹ کر  
ان کی جانب کے حوالے سے کافی تفصیلی گفتگو کی  
تھی۔ یہ ایک شہید ایسا تھا جس میں بنی کی قابلیت میں  
کچھ شبہ نہیں تھا۔ انہوں نے پبلک ایڈمنسٹریشن میں  
ماسٹر کر رکھا تھا اور ایک بہت ہی بڑے ادارے میں  
کافی اونچی پوسٹ پر فائز تھے۔ پچھلے سال کے لوگ تو ان  
کے ماتحت کام کرتے اور ان کے آگے پیچھے پھرتے  
تھے۔ چاچو ان کی جانب اور پوسٹ سے خالصتہً افسوس  
نظر آئے تھے مگر اس سے پہلے جن بے شمار لڑکوں سے  
انہوں نے شادی سے انکار کیا تھا گھاس تو وہ بے  
چارہ بال بھی نہیں کھووا کرتی تھیں اور نہ ہی ان میں  
سے کسی نے جتنے وہ کروڑیاں حاصل کی تھیں۔  
جانب سے ہٹ کر جب وہ بنی سے قلموں کتابوں اور  
میوزک والے موضوعات پر گفتگو کریں گے پھر کیا  
ہوگا؟ چاچو کی توجہ میں نے بنی کی طرف مبذول تو  
کروادی تھی مگر آنے والے وقت کا سوچ کر پریشان  
بھی ہو رہی تھی۔



بنی اور میں چوٹی سیلون آئے ہوئے تھے۔ وہ اپنی  
گلس پر بہت توجہ دیتی تھیں۔ ہیرا سائیکل میک اپ  
لباس، جیولری وہ ہر چیز کا بہت و حبان رکھتی تھیں۔  
تھوڑے تھوڑے دنوں بعد وہ اپنے ہاتھوں کا رنگ اور  
ان کی کنگ کا انداز تبدیل کرواتی رہتی تھیں اور سب  
سے بڑی خلی کی بات یہ تھی کہ یہ تمام تبدیلیاں ان پر  
بیش اچھی لگا کرتی تھیں۔ آج وہ اپنے اسٹیس میں  
کٹے بالوں کو شارٹ کروائے اور ان میں اسٹرکٹنگ

کروانے آئی تھیں۔ مجھے تو ابھی صرف اتنی اجازت  
تھی کہ میں بالوں کی ٹرنگ کروالوں یا پھر کلنگنگ  
کروالوں، بالی ٹریڈنگ، ہکسنگ سب ابھی مجھ پر  
حرام تھیں۔

مجھے جو آٹھ دن ہوئے ہیں میڈیکل کالج پہنچے  
ہوئے ابھی سے یہ سب کچھ شروع کیا تو شکل پڑ پڑا  
آجائے گنگ ساری معصومیت ختم ہو جائے گی۔ ہر کام  
عمر کے ساتھ اچھا لگتا ہے۔

یہ ہماری اسی قربان تھا تھا تھا میں نے اسی موقع  
محل کے حساب سے میری چھوٹائی بڑائی میں تبدیلی  
کرتی رہتی تھیں۔

تازہ تازہ ہرٹل فیشن لینے اور بالوں کو خوب صورت  
سا اسٹائل دلوانے کے بعد جب بنی میرے ساتھ  
سیلون سے باہر نکلیں تو کچھ اترا کر پوچھنے لگیں۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں؟" میں اتنی دیر سے  
ان کی خوب صورتی اور نزاکت پر غور کرتی انہیں دل  
میں سراپے جا رہی تھی مگر زبان سے اس وقت میں  
کچھ اور بولنے کے موقع نہیں تھی۔

"اچھی تو لگ رہی ہیں بنی! پر کیا فائدہ اس  
خوبصورتی کا؟ آپ کے پاس آپ کی اس خوبصورت  
سی تبدیلی کو سرائے والا کوئی ہے ہی نہیں۔ میں آپ  
کی طرح بے تحاشا خوبصورت نہیں پھر بھی جب آپ  
مجھے ایسا لگتا ہے کہ کوئی رنگ یا کوئی لباس مجھ پر  
لگ رہا ہے تو دل چاہتا ہے علی میری تعریف کرے کہ  
جب وہ تعریف نہیں کرنا تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے  
آپ کا بھی دل نہیں چاہا بنی کہ "کوئی" آپ کو  
سراپے آپ کی خوب صورتی کی تعریف کرے آج  
حیرت ہوتی ہے آپ پر "مور تیں اپنی تعریف سننے کو  
کے لیے تو اتنا بناؤ سٹھار کرتی ہیں کہ آپ؟ آج  
تعریف بہت سے بہت میں کروں گی" بنی کیوں نہ  
کل آفس میں آپ کی ٹیبل کو ٹیگز کروں گی کہ  
کوئی آپ کو آپ نے زیادہ بے تکلف نہیں کیا ہوا۔"  
میں نے بظاہر بہت ساہ اور غلام سے انداز میں  
کی بات کا جواب دیا اور پھر ان کا جواب جاننے

کو دل کے بغیر گاڑی کی طرف بڑھی۔ بنی ایک بل کو  
اپنی گاڑی روک گئی تھیں۔ میں کچھلے کئی دنوں سے ان کی  
گال پر اسی طرح ہاتھ رکھا کرتی تھی۔

"لا! تو کتنا" باتوں باتوں میں بڑے دل دکھانے  
والے انداز میں اسی طرح کی باتیں ان سے کرتی۔ ان  
کے سامنے جان بوجھ کر علی کا ذکر پھیرتی، وہ مجھے نظر  
انداز کرنا ہے مجھے بھی کوئی گفت کیوں نہیں  
دلائی کوئی فون کل کیوں نہیں کرتا جیسی باتیں کرتی  
اور اب وہ میرا مذاق اڑاتے ہوئے غیر سنجیدگی سے کوئی  
کھانے لگتیں تو میں انہیں۔

"آپ کیسے سمجھ سکتی ہیں ان احساسات کو؟ آپ کو  
کونسا ان فیشننگز کا؟ آپ کسی کی منگیت ہیں؟  
آپ کیسے جان سکتی ہیں اس رشتے کے حوالے  
پر ہوا ہونے والی کیفیت کو؟ کبھی کسی نے آپ  
کو اسٹ کی ہوتی یا کبھی آپ نے کسی سے محبت  
کی ہوئی پھر آپ محبت اور کمینٹ کے معنی سمجھ  
سکتی ہیں۔"

آپ نے کتنی کتنی اور وہ بظاہر ہنستے ہوئے میرے ان  
کلموں کا کوئی غیر سنجیدہ سا ہی جواب دے دیا کرتی  
تھیں۔ میں ان کی آنکھوں میں پھیلی ناگواری کیسی کا  
انداز میں لیا کرتی تھی۔ میں ان سے یہ بات اتنے  
دیر تک اور بظاہر انداز میں کرتی تھی "اے جیسے وہ  
میں قابل ہی نہیں کہ کوئی ان سے محبت کر سکے اور میرا  
دل دکھانے والا انداز بڑا کاری اور کامیاب وار کر رہا  
ہوں۔"

یہ غلام علی اور ای کی ڈانٹ ڈھٹ "تھک" مارا تھی  
اور ابھی نہیں کہانی تھی وہ کام میرا غیر محسوس  
کھانے والا طہر۔

آپ اس قابل ہی نہیں کہ کوئی آپ سے محبت  
کرے یا اسباب سے کر رہا تھا۔

ال اور ای کو وہ بیچ کرتی تھیں اور میں انہیں بیچ  
کرتی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ وہ بے چاری کھل کر  
کچھ اور ناگواری کا اظہار تک نہیں کر سکتی  
تھیں۔ یہ چند سال چھٹی ان کی بھانجی انہیں یہ

پتلا کرتی تھی کہ کوئی کی تو پتہ ان میں ہے تب ہی تو  
کبھی کسی نے ان سے محبت نہیں کی۔ ورنہ شادیوں تو  
بہت سے لوگ نہیں کرتے مگر ان کی زندگی میں کبھی نہ  
کبھی کہیں نہ کہیں کوئی ایسا ضرور آیا ہوتا ہے جس نے  
انہیں ان کے بہت خاص اور بہت حسین ہونے کا  
احساس دلایا ہوتا ہے جس نے ان سے محبت کی ہوتی  
ہے۔



"بنی! اس آپ دس منٹ انتظار کریں مجھے کپیوٹر  
پر تھوڑا سا کام ہے۔ میں یہ گئی اور یہ آئی۔ آپ تب  
تک یہ بکد کچھ لیں۔ بہت مزے کی ہے۔ جہاں پر میں  
نے بک مارک لگایا ہے یہ منظر تو ضرور ہی پڑھیں۔  
ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جائیں گی۔" بنی اور میں دوڑ کی  
طرح واک کے لیے جانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ میں  
نے انہیں اپنے ایک اسائنمنٹ سے متعلق کام کا  
حوالہ دے کر کچھ دیر رکنے کو کہہ دیا۔

"ہنڈا اس کتاب کو آپ کو میں تب تک فی وی دیکھ  
لیتی ہوں۔" وہ فی وی آن کر کے میرے سارے  
پروگرام کو جوٹ کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔

"کچھ بھی نہیں آدہانی وی پر۔ سارے چھٹلا  
خراب آرہے ہیں اور اشارہ ہیں تو میرے سے لگ ہی  
نہیں رہا۔"

"یا اللہ! کہیں بنی اٹھ کر چیک نہ کر لیں۔" میں نے  
دعا مانگی۔ شکر تھا انہیں میری زبان پر اعتبار تھا میرے  
جھوٹ کو سچ مان کر وہ واقعی مشتاق احمد یوسفی کی  
"زرگزشت" جو میں نے انہیں اسٹور والے خزانے  
ہی میں سے لا کر دی تھی دیکھنے لگیں۔ ڈاکٹر چاچو کے  
آنے کا تاثر ہو چکا تھا پر وہ ابھی تک آئے نہیں تھے۔

"آج اچھا میں نے مائول ترتیب دیا ہے وہ بھی بڑی  
مشکلوں سے چاچو! پلیر جلدی آجائیں۔"

بنی لاؤنج میں ایک کتاب ہاتھ میں لیے بیٹھی ہیں۔  
بیک گراؤنڈ میں غلام علی کی غزلیں دیکھے سڑوں میں بیچ  
رہی ہیں۔ یہ غزلیں میں نے لاؤنج کے برابر والے



کمرے میں لگائی تھیں اور ہنی یہ سمجھ رہی تھیں کہ شاید انہیں اباسن رہے ہیں، کچھ بولی نہیں تھیں۔ یہ ایک پرفیکٹ پجوشن تھی اب بس انتظار ڈاکٹر چاچو کا تھا۔

آخر کار ٹیرس پر سے میں نے ان کی گاڑی آتے دیکھ ہی لی۔ میں لاؤنج میں دانستہ چھ سات منٹ بعد آئی۔ ڈاکٹر چاچو ہنی کے سامنے والے صوفے پر بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھیں ہنی کو بھی دیکھ رہی تھیں اور اس کتاب کو بھی ”شباباش“ ویل ڈن۔ میں نے خود کو تھکی دی۔ سلام دعا اور خیر و عافیت یقیناً ان کے درمیان ہو چکی تھی کیونکہ اب چاچو ان سے کسی اور موضوع پر بات کر رہے تھے۔

”ڈاکٹر چاچو! ہم لوگ تو کھانا کھا چکے، اگر آپ کہیں تو آپ کے لیے یہیں کھانا لے آؤں؟“ میں اتنے رومینٹک سین کو اتنی جلدی ختم نہیں کروانا چاہتی تھی۔

”کھانا تو میں کھا کر آیا ہوں۔ ہاں اگر تمہارا مہمان نوازی کا موڈ ہے تو ایک کپ چائے پلا دو۔“

”ہنی! آپ کے لیے بھی لے آؤں؟“ چائے کی تو وہ از حد شوقین تھیں۔ گہری نیند سے اٹھا کر بھی اگر انہیں چائے کا پوچھا جاتا وہ تب بھی انکار نہ کرتیں۔ پہلی مرتبہ میں بچن میں بڑی خوشی خوشی گئی۔ تین کپ چائے لے کر میں لاؤنج میں آئی۔ میں اس خوبصورت پجوشن میں بڑی بنا نہیں چاہتی تھی مگر ہنی سے ڈر بھی تو لگتا تھا اگر ان کے منہ سے کچھ اُلٹا سیدھا نکل گیا تو میری ساری محنت برباد ہو جائے گی۔ ڈاکٹر چاچو کے بارے میں تو بتا تھا وہ ہنی سے اس طرح کے کوئی سوال و جواب نہیں کریں گے جیسے کسی بھی ان محترمہ سے کرتے جو انہیں شادی کے لیے کچھ اچھی لگا کرتیں۔ عموماً ان کے سوالات ایسے ہوتے تھے۔

”آپ شاہ رخ کو زیادہ بڑا دوا کار مانتی ہیں یا ریتھک کو؟“

”روشن آراء بیگم، بڑے غلام علی، مہدی حسن

وغیرہ بتا نہیں کس طرح کے لوگ انہیں پسند کرتے ہوں گے، آپ کا کیا خیال ہے؟“

”سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور میں اب کتابیں پڑھنا تو بڑی حماقت اور وقت کی بربادی ہی ہے۔ یہ دور تو انٹرنیٹ کا دور ہے۔“

ہنی کا امیج میں نے ان کی نگاہوں میں اتنا زبردست بنا دیا تھا کہ وہ شک و شبہ میں مبتلا ہو کر انہیں چیک کرنے کو ایسی کوئی بات کر ہی نہیں سکتے تھے، ہنی اگر کچھ بے تکابول جاتیں پھر؟

”Jude کے اوپر اتنا شور نہ مچتا اور اتنی بے تحاشا تنقید نہ ہوتی تو ہارڈی یقیناً مزید کئی ناولز لکھتا۔“ میں نے اندر آتے ہوئے سنا۔

ہنی حیران پریشان نگاہوں سے ڈاکٹر چاچو کو دیکھ رہی تھیں۔ چاچو کو ان کے جوابات کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اس وقت خود ہی بولنے اور ہارڈی کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کے موڈ میں تھے۔

”کردار نگاری اور منظر نگاری میں ہارڈی کا جواب نہیں۔ اس کے کردار زندہ جیتے جاگتے انسان نظر آتے ہیں۔ جن میں اچھائیاں بھی ہیں، برائیاں بھی۔ خیر اور شر دونوں پہلو ان میں پائے جاتے ہیں اور ان کے جذبات ان کی سوچیں ان کے رویے سب کے حقیقت سے قریب ہوتے ہیں۔ چاہے وہ

”Jude the obscure“  
The mayor of “J.113 Fawley”  
Michael Henchard “Last of the”

ہو یا “Tess of the d’Urbervilles” کی “Tess” ہو۔ سب حقیقی کردار نظر آتے ہیں۔ زندہ سانس لیتے اور ہارڈی کی منظر نگاری۔ حالانکہ بہت سے لوگ اس کی اتنی بے تحاشا منظر نگاری کو کہہ کر تنقید کا نشانہ بھی بناتے ہیں کہ قاری کہانی میں آگے کیا ہوا جاننا چاہتا ہے، مناظر کی خوبصورتی نہیں مگر میری رائے میں یہ ہارڈی کی بہت بڑی خوبی ہے۔ جہاں خود ہے، جو کچھ اپنے قاری کو دکھانا اور محسوس



کرانا چاہتا ہے وہ وہاں قادی کو لے جاتا ہے۔ اسے بھی وہی قدرتی حسن نظر آنے لگتا ہے جو مصنف کی آنکھ نے دکھایا اور اپنے قادی کو دکھانا چاہتا تھا۔

"یہ محترم ہارڈی ہیں کون؟ اور ان کے متعلق مجھے کیوں بتایا جا رہا ہے؟" ہنی ان ہی نگاہوں سے ڈاکٹر چاہو کو دیکھ رہی تھیں۔ قبل اس کے کہ چاہو ان نگاہوں کو دیکھ پاتے تھے میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر ان دونوں کو چائے پیش کر دی۔

چائے پینے کے دوران میں نے ہنگامہ کو دوبارہ ہارڈی کی طرف جانے نہیں دیا تھا۔ چائے پی کر چاہو اپنے کمرے میں چلے گئے اور ہم دونوں واک کرنے نکل آئے۔

"یارا تیرے چاہو کچھ بھکے ہوئے سے نہیں ہیں۔ شاید اتنا زیادہ پڑھ لینے کے بعد لوگ ایسے ہی ہو جاتے ہیں۔"

"انہ نہ کہہ۔ بلاوجہ آپ میرے جوشن چاہو کو بھڑکا رہا کیوں کہہ رہی ہیں؟" میں نے سخت برا ماننے والا انداز اختیار کیا اور ہنی کو قدرے ناراضی سے دیکھا۔

مجھے برا بھلا تو کچھ کر رہی تھی اس بارے میں مزید کچھ نہ کہا۔

"آپ پر یہ ہنگامہ کھڑکتا اچھا لگ رہا ہے ہنی انکر کیا فائدہ؟" میں نے ایک دھڑلے سے پوچھ کر دیکھا اور پھر قہراً مکمل خاموشی اختیار کر لی پھر سارا وقت ہم خاموشی سے واک کرتے رہے۔

"آپ کو کیا پتا؟ آپ کیسے سمجھ سکتی ہیں آپ بھی کسی کو اچھی لگی ہیں؟" جیسی باتیں میں ہنی سے اتنی کثرت سے کرتے لگی تھی کہ اب وہ جواب میں کچھ کہنے کے بجائے بالکل خاموش ہو جایا کرتی تھیں۔ میں ڈاکٹر چاہو اور ہنی دونوں کو ساتھ ساتھ کتنی کامیابی سے لے کر چل رہی تھی۔ اپنے ذریعہ حال کو میں نے داد دینے سے انکار کیا وہاں سے پرو پونل آجائے اور یہاں سے پرو پونل قبول کر لیا جائے یہی میرا مشن تھا۔

گھر واپس آ کر ابھی ہم دونوں اپنے کمرے میں آئے

ہی تھے ڈاکٹر چاہو نے دروازہ پر دستک دی۔

"یہ کتب میں نے ابھی قسم کی ہے۔ سوچا آپ کو بھی پڑھنے کے لیے دے دوں۔ اگر آپ نے ابھی نہیں پڑھی تو ضرور پڑھیں۔ اچھی کتاب ہے۔"

میڈیٹین البرائنٹ کی

"MADAM SECRETARY

"ہنی۔ کتاب ہنی کو دے کر چاہو واپس چلے گئے تھے۔

"تمہارے چاہو کو یہ وہم کب سے ہو گیا کہ مجھے کتابیں پڑھنے کا شوق ہے؟" ہنی نے تعجب سے مجھے دیکھا۔

"آپ کو نہیں ہے تو کیا ہوا؟ خود ڈاکٹر چاہو کو تو ہے۔ آپ کو یہ کتاب انہوں نے مہمان نوازی کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے دی ہے اگرچہ کہ اپنی کتابوں کے معاملے میں وہ کافی حساس بلکہ بد مزیزی کی حد تک وہ ہیں ہر کسی کو دیتے نہیں ہیں۔ آپ کے ساتھ یہ غیر معمولی سلوک شاید ای کی بہن اور میری محالہ سمجھ کر کیا جا رہا ہے۔"

میں نے "غیر معمولی" کے لفظ پر جان بوجھ کر خاص زور دیا تھا۔ ہنی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں انجان بنی باول میں برش چلا رہی تھی۔

"سب مہمانوں کے ساتھ وہ اتنے خوش اخلاق اور مہمان نواز نہیں ہوتے۔ پچھلے مہینے لیا اور ڈاکٹر چاہو کی ایک کزن امریکہ سے آئی تھیں۔ پورے دو مہینے ہمارے گھر میں رہیں اور جاتے وقت ڈاکٹر چاہو سے اس بات پر بہت ناراض ہو کر گئیں کہ انہوں نے انہیں بالکل بھی وقت نہیں دیا۔"

میں نے بستر پر آکر لیٹتے ہوئے قدرے لاپرواہانہ بیزار سے لہجے میں جملہ کہا اور پھر گروت بدل کر سونے کے لیے لیٹ گئی۔

جس غیر معمولی خوش اخلاقی کا احساس میں ابھی دلاتا جا رہی تھی۔ چاہو نے اسے ہی وہاں اس کو کفرم کر دیا تھا۔

میں نے بالکل آخری لمحوں میں ہنی اور ڈاکٹر چاہو کے ساتھ چلنے سے معذرت کر لی تھی۔

"مخافوں کیا تھا ابھی۔ کل ڈاکٹر عزیز کا میٹ ہے۔ میں وہاں سے کل جا نہیں رہی تھی۔ مجھے پتا ہی نہیں تھا۔ تیرے اتنے شاندار اور بوقت بہانے نے جو کہ میں نے پہلے ہی سے سوچا ہوا تھا ہنی کے تمام اعتراضات کو بیک جنبش قلم رد کر دیا۔

"میں اکیلی جاؤں۔ کیسا لگے گا جی! انہوں نے چاہو سے ہونے مجھ سے کہا۔

"کیسا لگے گا کیلئے دعوت ہی تو بنیادی طور پر ڈاکٹر چاہو نے آپ ہی کو تھی۔ مجھے تو یہ نہیں اخلاقیات شامل کر لیا تھا۔ مہمان تو آپ ہیں تاہم اسے گھر پر اور چاہو کی غزل کے انگلیش آپس کی وجہ سے لائے ہیں۔

مجھ سے اور ای سے دو تین روز پہلے کہہ رہے تھے کہ آپ ہمارے گھر مہمان ہیں اور ہم میں سے کوئی بھی انہیں نہیں پر بھی لے کر نہیں گیا۔"

ایک بات جو چاہو نے میرے سے کبھی نہ مجھ سے کہی تھی میں بھی دھوکے میں تھی کہ ہنی کے سامنے ان کا مصیبت اور سلوک سے کئی۔ ویسے چاہو نے اس کی نہیں تو کیا ہوا لگے تو واقعی وہ یہ انگلیش لائی کی وجہ سے تھک کر والے اور خود ہی اس پر نہ لگے اس لیے وہ وہ کے بجائے تین انگلیش لے گئے۔

"ہاں ہی میں ایک شام شیف کے نام منائی جا رہی ہے۔ پتا کافی اور نیو اور شیف کی خرابی اور انگلیش کا کیا کی۔ میں نے وہاں کے انگلیش منگوائے ہیں۔

"آپ انگلیش کی نگار تم چلو گی؟"

ڈاکٹر چاہو نے رات گھانے کے دوران مجھ سے اور اس کے ساتھ بات کی۔ میں تو واقعی طفیلی ہی تھی۔ چاہو نے مجھ سے کہ غریبوں کا اور میرا میرے سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مجھ پر "انہیں سب کی چیزوں کا منہ بند کرنے کے لیے مجھے بھی شامل کرنا پڑا تھا۔ اس وقت میں نے بے زور و شہرت سے گردن ہلا کر اقرار کیا تھا اور اب سب جاننے کے لیے ڈاکٹر چاہو اور ہنی تیار بھی

ہو چکے تھے اور خود میں بھی کچھ سے بدل چکی تھی تب ہی مجھ پر وہی وہی فعل بنا کر یہ عذر پیش کر دیا تھا۔ ہنی چاہو کے ساتھ اکیلے جاتے ہوئے پتلیا رہی تھیں۔ یہ پتلیا ہٹ اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ وہ جانا تو چاہتی ہیں۔

ہنی تاجرت کی بات۔ ہنی اور غریبوں کے لیے جانے والی اس دنیا میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی امید کی جاسکتی تھی کہ ہنی آئے والے وقت میں ایک انگور سوری ڈاکٹر چاہو کے لیے اور بھی کافی کچھ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گی۔ لہذا نے مداخلت کر کے اس پروگرام کو کینسل ہونے سے روک دیا تھا۔

"جی نہیں جا رہی تو تم لوگ کیوں اپنا پروگرام خراب کر رہے ہو۔ جب پروگرام بنایا ہے تو جانا۔"

ابا کے اصرار نے ہنی کو چائے پر تیار کر دیا اور چاہو کے چہرے پر سے اس فکر کو بھی دور کر دیا کہ کہیں ہنی جانے سے معذرت نہ کر لیں۔

ان دونوں کو تھا بھیجے کا میرا منصوبہ تو کامیاب ہو گیا تھا مگر اب یہ فکر بھی بالکل کیے دے رہی تھی کہ ہنی وہاں کا سیکل میوزک کی شان میں کچھ آنا سیدھا نہ بول دیں یا میوزک پر اپنی انتہائی کشمکش (چاہو کے حساب سے) معلومات نہ ان کے گوش گزار کر دیں۔ گا سیکل میوزک پر ہنی کی معلومات صفر تھیں اور اس کے بارے میں ان کے خیالات ضبط تحریر میں لائے جانے کے لائق نہیں اور جو اگر چاہو کو ان کی کسی بات سے یہ شک ہو گیا کہ انہوں نے میوزک کے معاملوں میں وہ کس "قسم" کا فہم رکھتی ہیں تو میری اسے دونوں کی محنت پر پانی پھر جائے گا۔

میں بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی۔ "عشق میاں سب ٹھیک رہے۔ ہنی اپنا منہ بند رکھ کر سارا پروگرام انجام دے کر دیں اور ان دونوں کے درمیان ذرا بے تکلفانہ ماحول میں ذاتی نوعیت کی گفتگو بھی ہو جائے۔"

ایسی باتیں جو میری موجودگی میں قطعاً ممکن نہیں تھیں اور نہ ہی گھر پر کبھی ہو سکتی تھیں۔ "کافی دیر ہو چکی تھی میرے حساب سے اب ان دونوں کو گھر







جسے ڈاکٹر چاہو اس وقت ان سے MOZART  
BEETHOVEN اور LISZT 'CHOPIN  
جیسے نامور PIANISTS کے بارے میں باتیں  
کر رہے تھے۔ یہ بتا رہے تھے کہ دو سال پہلے  
VIENNA صرف اس لیے کھوئے گئے تھے کہ وہ  
MOZART اور BEETHOVEN کا شہر ہے  
اور وہاں جا کر وہ اس کلاسیکل میوزک کو اس کی حقیقی  
روح کے ساتھ محسوس کرنا چاہتے تھے۔ یہی تھے جسوں  
سکون سے یہ ساری باتیں سن رہی تھیں۔ جبکہ ان کی  
بلا بھی نہیں جانتی ہوگی کہ MOZART تھا کون؟ وہ  
کونسی تھیں کہ کبھی کسی کو اپنے سر پر اس طرح سوار  
نہیں کروں گی کہ سوئیں جاؤں گے کھالوں میں سب ان  
کی مرضی سے۔ سر پر تو انہوں نے ایک بندے کو سوار  
کر ہی لیا تھا۔ تب ہی تو اتنے اطمینان سے بیٹھ کر وہ  
باتیں سن رہی تھیں جن سے انہیں دور دور تک کوئی  
وچھری نہیں تھی۔ میں اپنے منصوبے کی کامیابی پر جتنا  
بھی مسکرائی اور سرشار ہوئی کم تھا۔ اب اس رشتے کی  
بات کسی نہ کسی طرح مجھے ابا کے کان میں ڈالنی تھی۔  
میں اپنی سوچوں پر مسکراتی اور اپنے منصوبے کی کامیابی  
پر کنگنائی بیٹھتی۔ یہ قدم رکھ ہی رہی تھی کہ لان  
سے آئی ڈاکٹر چاہو کی آواز نے مجھے چونکے پر مجبور  
کر دیا۔ ان کی آواز میں چونکائے والا کچھ نہیں تھا۔  
چونگی بلکہ کھلکی اور یہ کھلائی تو میں ان کے جملے پر مکی۔  
"میں آپ سے فریج میوزیشنز اور اٹالین میوزیشنز  
کے فرق کی جو بات کر رہا ہوں۔ اسے آپ نے ان ہی  
ویز میں ضرور نوٹ کیا ہو گا جو نگار مجھ سے لے کر گئی  
تھی۔ سنی تھیں آپ نے وہ سی ڈیز؟" میری گنگناہٹ  
مسکراہٹ سب اڑ چکی ہو گئی تھی۔  
"کون سی سی ڈیز؟" میں نے دھک دھک کرتے  
دل کے ساتھ اپنی کاچھیر سا انتظار رکھا۔  
"نگار لے کر گئی تھی نا مجھ سے آپ کے لیے۔"  
"میرے لیے؟" کب؟ میں حیرتی سے بیٹھ گیاں  
چھانگتی لاؤنگ میں آئی اور وہاں سے سیدھی اپنے  
کمرے میں۔ اپنے جس منصوبے کی کامیابی کا ابھی چند

لحظے پہلے میں جشن منا رہی تھی اس کا بھانڈا اتنی ہی  
طرح پھوٹا تھا کہ میرا دل روئے کو چاہ رہا تھا۔  
کاش اس روز چاہو کے سامنے اپنی کامیابی  
جملانے کو میوزک والی سی ڈیز نہ لائی ہوئی۔ چاہو مجھے  
بھلا کر مہینہ بھر اپنی اس بات کو اس وقت یاد کریں گے  
ایسا تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔  
کمرے میں منہ چھپا کر لیٹی میں ڈاکٹر چاہو اور اپنی  
کے ہاتھوں اپنی متوقع شہرت کے متعلق سوچ رہی  
تھی۔ جب بات بھلے کی پھر تو ایک ایک بات بھلے کی۔  
زر کوشش Hardy غلام علی احمد  
Hard foot شام غزل میری ہر بات لان میں  
کے حساب سے تو میں نے سیدھا سیدھا انہیں بے  
وقوف بنایا تھا اور اس پر میرا کیا حشر ہونے والا تھا۔ تو  
ویر کو اپنی ذہانت اور چالاک کی پر غور کیا تھا اور اللہ نے اس  
غور کی فورا "سزا" بھی دے دی۔ میں رات تک کمرے  
میں چپکے رہی "اپنی کمرے میں ابھی تک نہیں گئی  
تھیں اور اس چیز نے مجھے مزید پریشان کر دیا تھا۔  
"ڈاکٹر چاہو آپ کو بتا رہے ہیں بھلا؟" میری آواز  
پیٹام نے میرے پیروں تلے سے زمین نکل دی تھی۔  
ڈاکٹر چاہو نے بھی بھی مجھ پر غصہ نہیں کیا تھا اور  
آج شاید انہوں نے مجھ پر بہت زیادہ ناراض ہونا تھا۔  
"جی ڈاکٹر چاہو۔" اب تک چھپ کر بیٹھ سکی  
تھی مجھے ان کا سامنا تو کرنا ہی تھا۔  
"آئیے آئیے" تشریف لائیے۔ آپ ہی کا انتظار  
تھا۔ ڈاکٹر چاہو نے طنز لہجے اور نگاہوں کے ساتھ  
میرا استقبال کیا۔ وہ اس وقت اپنی اسٹڈی میں تھے اور  
ان کے برابر والی کرسی پر اپنی بھی بیٹھی تھیں۔  
نگاہوں سے مجھے گھور رہی ہوئی۔ اپنی اور ڈاکٹر چاہو  
ناراض کرنے کے لیے تو میں نے یہ سب نہیں کیا  
تھوڑا اب اپنی صفائی کس طرح پیش کروں۔  
"سننا ہے آپ بہت بڑی ہو گئی ہیں" اتنی ہی  
اپنے پیروں کے ساتھ انتہائی بے ہودہ مذاق اپنی آواز  
سے کر رہی ہیں بغیر کسی گھبراہٹ اور پریشانی کے  
کرسی سے اٹھ کر میرے سامنے آکر کھڑے ہو گئے

"آپ کی پیاری ہنسی کو رات میں کچھ بڑھے بغیر نیند  
میں آئی اور بڑھتی وہ لاؤنگ میں آکر اور پھر اپنی کتب  
کا کچھ کچھ کتب خانہ بھی جاتی ہیں۔"  
"ڈاکٹر چاہو۔ ہاں میں۔ پلیز۔" میں منہ مٹاتے  
اور کھانسیا تے اپنی ٹیک بچی ثابت کرنا چاہتی تھی۔  
پارک کے بارے میں سے کوئی معقول بات نکل نہیں  
رہی تھی۔  
"آپ نے بھول کر اپنی مہارت سے بے وقوف بنالیتی  
ہیں آپ! آپ کی اس مہارت میں آپ کو سیلون  
کون یا ایس توپوں کی سلامتی پیش کروں۔"  
"ڈاکٹر چاہو! میں مانتی ہوں میں نے جھوٹ بولے  
لان کی میری قیادت بالکل ہی نہیں تھی۔ میں صرف  
اپنی تھی۔"  
"آپ چاہتی تھیں؟" یعنی اب ہم وہ کیا کریں  
گے جو آپ چاہا کریں گی۔" ڈاکٹر چاہو نے طنز انداز  
میں میری بات کھلی پھر کر دن موڑ کر اپنی سے بولے۔  
"سننا آپ نے ہاں! ہمیں کیا کرنا ہے" اب اس کا  
دلدار نگار ساجد صدیقی کیا کریں گی۔  
"میری آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔ وہ دونوں غصے  
کو دیکھتے ہوئے مجھے اپنی صفائی کا موقع دے ہی  
میں آئی تھی۔  
"اب آپ یہاں سے تشریف لے جاسکتی ہیں اور  
اگر آپ "کچھ چاہیں" یا آپ کا کسی کو بے  
دعا ہونے کوئی چاہے تو کوئی شخص سب سے گاہ آپ کا ہم  
دور رہم مرتبہ ہو۔"  
انہوں نے دروازے کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے  
مجھ کو کمرے سے نکل جانے کا حکم دیا۔ میں باغی اور غم  
انگیزی سے نکل آئی۔  
"آپ تو میری فریڈ ہیں۔ پلیز آپ تو میری  
فریڈ ہیں۔"  
"ہاں کے لیے کمرے میں آئیں تو میں ملتی انداز  
میں کے ہاتھ پکڑ کر بولی۔  
"کوئی مسئلہ کا یہ مطلب نہیں ہوتا گی! کہ انسان  
کا احترام بھول جائے۔"

"اپنی اور امی کی طرح میری بھی یہ خواہش تھی کہ  
آپ شادی کر لیں۔ ڈاکٹر چاہو ہر لحاظ سے آپ کے  
لیے بہترین لگے تھے مجھے۔ میری بس اتنی سی خواہش  
تھی کہ آپ کی ڈاکٹر چاہو سے شادی ہو جائے۔ آپ  
خدا کے ساتھ ساتھ میری چاہی بھی بن جائیں اور  
پوش پوش کے لیے ہمارے ہی ساتھ آکر رہنے  
لگیں۔"

اپنی کے لیے میری وضاحتوں کی کوئی اہمیت نہیں  
تھی۔ وہ سونے کے لیے لیٹ گئی تھیں۔



اگلے روز میری سالگرہ تھی اور یہ سالگرہ یقیناً میری  
اب تک کی زندگی کی سب سے بڑی سالگرہ تھی۔ اپنی  
مجھ سے خفا ڈاکٹر چاہو مجھ سے ناراض اور جو میرا خواب  
تھا ان دونوں کو ایک کروا دینے کا وہ ریزہ ریزہ کیا خاک  
اچھی لگتی اپنی سالگرہ۔ اب تو سوچا ہی نہیں جاسکتا تھا  
کہ اپنی اور ڈاکٹر چاہو میرا خوابوں میں دیکھا جانے والا  
پاکل پاکل سا کیل بنا میں گے۔ ہائی تمام لوگوں نے مجھے  
وش کیا تھا سوائے اپنی اور ڈاکٹر چاہو کے۔  
میں اواسی سے بھرایل لیے کلج آئی تو وہاں آسے  
میرا دل جلانے کو موجود تھی۔

"وہو آج نگار کو کیا گفت ہے علی۔" اس  
وقت اس نے یہ ذکر کیوں نکالا تھا "میں کیا ہمارا پورا  
گروپ جانتا تھا۔ چندہ میں روز پہلے گزری اپنی  
سالگرہ کا ذکر کر کے گئے کے لیے۔"

"میری سالگرہ پر تمہارے "بھائی" مجھے کلج سے  
میری پسند کے ہوٹل میں لے کر گئے تھے اور  
وہیں پر گفت میں یہ کولڈ کی چین بھی دی تھی۔"  
اس کی سالگرہ کا قصہ انتہائی قدیم نہیں ہوا تھا جو ہم میں  
سے کوئی اسے بھول گیا ہوتا مگر اس کو چھی لڑکی کو تو  
موقع چاہیے ہوتا تھا اپنا اوجھا پوجھا کر کے کہ۔

"اصل میں آسے! ہماری تو منگنی ہو چکی ہے نا پھر  
ہمیں گروپ والوں سے چھپ کر باہر ملنے کی کیا ضرورت  
ہے۔ علی کو جو گفت بھی دینا ہو گا مجھے گھر آکر دے



میں نے بظاہر بہت مسکراتے ہوئے دوستانہ اور ہلکے ہلکے لمبے میں ایسی بات کہی جس نے ظاہر ہے اسے آگ لگا دینی تھی۔ میری صاف گوئی پر اس کا منہ بند کیا تھا مگر مجھے فوراً کوئی جواب نہیں دے پایا تھی۔ آہستہ کو تو اپنی حاضر جوابی سے چپ کروا دیا تھا مگر میں جانتی تھی کہ گفت تو بہت دور رہا وہ مومن مجھے یہی پرستہ دے تک نہیں بولے گا۔

"جس مجھے دل سے کلمہ گئی تھی اس سے بھی زیادہ مجھے دل سے گھر واپس لوٹی تھی۔ حالانکہ موسم بہار کا تھا۔ سالوں کا موسم پتا نہیں کن لوگوں کا دل خوش کرتا ہے مجھے تو یہ بارش بڑی زہر لگ رہی تھی۔ گھر میں داخل ہوئی تو وہاں غیر معمولی چل پھل اور ہنگامہ تھا۔ وادی "انی" رو جیل "بہروز اور میسر سب بڑے خوش نظر آرہے تھے۔ اور تو اور میں کچھ نہیں لکھ رہے جو تھے کیے اندر آگئی تو اسی نے مجھے کچھ نہ کہا یہاں تک کہ گھر ابھی نہیں۔

"یا اللہ یہ باجرا کیا ہے؟" ماجرا جاننے کے لیے مجھے زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا تھا "انی" کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ انہوں نے میرے پوچھنے سے پہلے ہی خوشی کی بات مجھے بھی بتا دی۔

"فد" ہلی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ہالی کو بھی اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔ ابھی ابھی ہم نے اسلام آباد تمہاری مائی کو فون کیا تھا۔ بس ساری رات ہی کاد روٹی ہے۔ دو لہاؤں میں تو راضی ہیں اور ہالی کسی کے اعتراض کا سوال اس لیے پیدا نہیں ہوا کہ یہ دو لہاؤں میں بڑی مشکلوں سے راضی ہوئے ہیں اور ان کے کسی بھی لمحہ بدگ جائے کا فائدہ اپنی جگہ موجود ہے۔ لہذا اگلے یہ کیا جا رہا ہے کہ ان کے بدگنے سے پہلے پہلے سب کچھ بحث پٹ کر ڈالا جائے۔

خوشی کی غیر متوقع خبر پہلے پہل غیر یقینی سی کیفیت ہوتی ہے میں سوچتی میرے ساتھ ہوا تھا۔ مگر جیسے ہی اس بے یقینی سے نکلے بے اختیار چھلانگیں مارتی مگر

کالی اچھلنے کو نہ لگی۔

"یا ہو"

میری محنت رنگ لے آئی تھی۔ کل کتنا ڈرامہ کر رہے تھے دونوں میرے سامنے۔ میرا جھوٹ پکڑا گیا اور ساری بات کھلی تب ہی دونوں تکلفات اور اوب و آوب سے نکل کر ایک دوسرے کے لیے پسندیدگی کا واضح اظہار کیا ہے۔ یعنی ذریعہ تو میں ہی تھی۔ تو آخر میرے باگل ڈاکٹر چاہو اور باگل مٹی ایک ہونے کو آمادہ ہو رہی تھیں۔ میں یونسی اچھلتی کوئی ہتی کیس پاس تھی۔

"بڑا آکر دکھا رہی تھیں کل۔ پسند تو دل و جان سے آگے تھے میرے ڈاکٹر چاہو۔" مٹی کے لیوں پر میسر سی مسکراہٹ تھی۔

"اوہ شریلا جا رہا ہے۔"

"نگلی۔" مٹی نے مصنوعی غلغلے سے مجھے گھورا۔

"ہنی! اب آپ اپنا پسندیدہ پھل سیب پہلی فرصت میں کھانا چھوڑ دیجئے ورنہ ڈاکٹر صاحب آپ سے رو ہو جائیں گے۔"

میرے پلان میں کچھ فائنل تھے بھی تو کیا ہوا انجام کار نتیجہ تو میری خواہش کے مطابق ہی نکلا تھا۔ بے تحاشا خوشی ایسی تھی کہ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ہنی میری ایکساٹمنٹ پر مسکرا رہی تھیں۔

"تو اب مس ہانیہ باؤ ایک عدد لنگور کو اپنے سر سوار کرنے کے لیے تیار ہو گئی ہیں۔" میں انہیں چھیڑنے کے زبردست موڈ میں تھی۔ اتنی آسانی سے ان کا بچھا چھوڑ دینے والی تو میں ہرگز نہیں تھی۔

"ہنی! اب آپ کی باتیں میرے سر میں دو دو کا کریں گی۔ آپ کے پسندیدہ ٹاپکس میاں کے ڈکھڑے بچوں کی بیماریاں اور ساس مندوں کی پھیلیاں ہوا کریں گے۔ لیکن آپ ساس مندوں کی عیتیں مجھ سے کہنے کریں گی میں تو خود آپ کے سرسریوں میں سے ہو جاؤں گی۔"

ہنی نے اپنی بے ساختہ ہنسی چھپاتے ہوئے مجھے گھور کر دیکھا۔

"اچھا اب تم زیادہ پھیلاؤ مت مجھے نماز پڑھنی ہے تم اپنی بہتری نظر آؤ یہاں سے۔"

میں نے ہار عجب دکھائی وہ وضو کرنے باجھ روم میں گھسیں تو میں اپنی چیئر چھڑا کچھ دیر کے لیے سوکھ کر کمرے سے نکل آئی۔

"میرا مقصد نیک تھا اس لیے سب کچھ خود بخود ہی ٹھیک ہو گیا تھا۔ ورنہ ان دو باگلوں کو جنہیں بڑے بڑے شادی کے لیے تیار نہیں کیا ہے تھے میں کیونکر کراؤں۔ میرا دل خوشی سے تلخے تلخے کانے اور بھونسنے کو ہار رہا تھا۔ میں بیڑیاں پھیلاتی بڑی لمبے میں با آواز ہار گھوکاری کر رہی تھی۔ بھوک بھی ایک دم ہی بہت زبردست لگنے لگی تھی۔ اور یہ بھی پاؤں آئے اگا تھا کہ اس روم جھم بڑے موسم میں "انی" کے لیے قیصر ہے پر انہوں کا اہتمام کر رہی ہیں۔ ذہن میں قیصر ہے پرائے تھے دل میں خوشی تھی اور ہونٹوں پر لہ تھا۔

اے موسم درخشاں

پہلی لے کے آجا ہوا۔

میں کی پھاڑ نما چیز سے بہت زور سے ٹکرائی تھی۔ دل کو تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔ لڑائی کے بعد خود کو کرنے سے بچائی "آنکھیں کھل کر سامنے دیکھنے میں کامیاب ہوئی تو جو شخصیت ٹکرائی اس وقت اس کی توقع تھی اور نہ اس کی آمد کی کوئی ضرورت۔

"مجھے سُرلی ٹیکم بننے کی ضرورت کیا تھی اور اس کوس کو نہ اٹھا کر سیدھا اندر گھس آئے گی۔" میں اس اسرار سے بھا۔

چھ صدقوں پر بیٹھے رو جیل اور بہروز محفوظ کھانے سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں اپنی اپنی شکل روک رہے تھے۔ اور ہنسی تو اپنی وہ کینہ کی دھاک رہا تھا۔ اسے ہنسی روکنا دیکھ کر مجھے مزید دل لگا تھا۔

"بہروز سامنے سے۔" جب تک وہ پیاز سامنے سے نہ ہٹ جاتا میں آگے جا کیسے نکلتی تھی۔ وہ سامنے سے میرے کہنے سے نہیں ہلکا اسی کے آواز دینے سے ہٹا تھا۔ وہ اسے ہار سے آواز دے رہی تھیں۔

"آجیو بیٹا! گرم گرم پرائے ہیں۔ بس فوراً شروع ہو جاؤ۔"

وہ "جی اچھا مہالی!" کہتا پلٹا تو میں رو جیل اور بہروز کیس پاس آگئی۔

"بھو! آجیو! موسم میں بالما آئے تو ہیں مگر آپ سے ملنے نہیں قیصر ہے پر انہوں سے ملنے۔"

"میں نے بڑی بھن ہونے کا رعب دکھاتے ان دونوں کو گھور کر دیکھا۔ علی ہاتھ دھو کر آچکا تھا اور اب میرے رو جیل اور بہروز کے سامنے والے صوفے پر بیٹھا انہوں سے کھل فرما رہا تھا۔

"آجیو تم لوگ بھی۔"

اس نے ہمیں ہمارے ہی گھر پر کھانے کی دعوت دی۔ ابھی تو اس گھر کا دارنہا بھی نہیں ہے اور کیسا حق جتا کر یہاں بیٹھ کر کھانا ہے منہوس "انی" اسے گرم گرم پرائے لاکر دے رہی تھیں۔

رو جیل اور بہروز اس کے ساتھ شریک تو ہو گئے تھے مگر ان بے چاروں کی کہاں پہنچ تھی اس تک۔ بہروز ڈیڑھ پرائے کھا کر بس کرچکا تھا اور رو جیل دو پرائے کھا کر اور دو پرائے ایک "و" تین ساڑھے تین۔ مجھے گنتی کرتے کرتے گھبراہٹ ہونے لگی۔

"نگار! تم بھی آجیو۔ کیوں خواہ مخواہ نظر لگاری ہو۔"

"تم میری فکر مت کرو" میں کھانوں گی یا خیر میرے "ابا" کا گھر ہے۔"

نگار لگنے والی بات نے مجھے چڑایا تو میں نے اسے شرمندہ کرنے کو ابا کے لفظ پر خلاصہ زور ڈال کر جوابی حملہ کیا۔

وہ میری بات کا نوٹس لیے بغیر اطمینان سے پرائے کھا رہا۔ رو جیل اور بہروز اس کے پاس ہی بیٹھ کر اب آم کھا رہے تھے۔ لیکن کھا کر تو فارغ ہوئے پھر



میٹھے کی طرف آئے گا۔ اس کا مجھے یقین تھا۔  
گیٹ پر نکل ہوئی تو میں دونوں بھائیوں کو آموں کے  
ساتھ مصروف دیکھ کر خود گیٹ پر آگئی۔ بارش ذرا ہلکی تو  
ہوئی تھی مگر پوری طرح رکی نہیں تھی۔ میں نے گیٹ  
کھولا۔

”ڈاکٹر زرنکار ساجد صدیقی یہیں رہتی ہیں؟“  
سامنے کسی کورئیر سروس کا آدمی کھڑا تھا۔  
”جی میں ہی ہوں۔“

یہ آپ کے لیے آیا ہے۔” میں ان پھولوں اور اس  
ڈبے کو جس میں میرے حساب سے شاید ایک ہونا  
چاہیے تھا، عجیب سے دیکھتی رہی سوچ رہی تھی کہ ڈاکٹر  
زرنکار تو مجھے میری دوستیں اور کبھی کبھار چاچو کہتے ہیں۔  
دوستیں ساری آج کالج میں وٹس کر چکیں، گفتگو  
دے چکیں پھر کیا چاچو نے بھجوا دیا ہے یہ۔ میں نے  
دستخط کرنے کے بعد اپنے لیے آنے والی چیزیں وصول  
کیں اور گیٹ بند کر کے جلدی سے پھولوں کے ساتھ  
لگا کارڈ کھولا۔

Happy Birthday to my Sweet heart

### ”Big Show

میں بارش سے بچنے کے لیے لاؤنج کی سیڑھیوں پر  
آگئی تھی، اور وہیں کھڑے ہو کر میں نے کارڈ پڑھا تھا۔  
میٹھے کے اس پار مجھے Big show بالکل صاف نظر  
آ رہا تھا۔ پرانے کھانپنے کے بعد اب آموں کے ساتھ  
انصاف کرنا ہوا اسے یہ کیسے پتا چلا میں اسے بگ شو  
(Big show) کہتی ہوں؟ اگر اس نے سوئیٹ  
ہارٹ نہ لکھا ہوتا تو میں اپنے بھائیوں پر شک کرتی کہ  
ضرور یہ ان میں کسی کی شہادت ہے مگر سوئیٹ ہارٹ  
والی بات صرف ہنی کو پتا تھی اور وہ بہر حال یہ حرکت  
نہیں کر سکتی تھیں۔ میرا گفٹ جو انہوں نے آج مجھے  
دینا تھا میں ابھی کمرے میں رکھا ہوا دیکھ آئی تھی۔ اس  
کا مطلب ہے یہ واقعی اس نے بھیجا ہے۔

میں لاؤنج میں آئی۔ رو حیل، بہروز اور وادی جو ابھی  
ابھی وہاں آکر بیٹھی تھیں تینوں نے ایک ساتھ مجھے

دیکھا۔ جب کہ وہ آم کاٹنے اور کھانے میں مصروف  
رہا۔

”اوہو، پھول، کس نے بھیجے ہیں یہ پھول۔“  
پھولوں کا یہ بڑا سارا گلدستہ چھپنے والی چیز ہی نہیں تھا۔  
”کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے۔“ چاچو  
کی صحبت کا اثر مجھے غالب بروقت یاد آئے۔

میں نے بگ شو (big Show) کی طرف بغور  
دیکھا۔ وہ بے نیازی کی بھرپور اداکاری کرتا آموں کے  
ساتھ پہلے سے بھی زیادہ مگن ہو گیا تھا۔  
”بھیجا ہے کسی نے۔“ میں نے یوں کہا گویا اسے  
چڑا نا چاہتی ہوں۔

وادی ہماری ماسی بشیراں کے ساتھ بات کر رہی  
تھیں۔ انہوں نے میری بات سنی نہیں تھی ورنہ  
گھور تین ضرور۔ میں اٹھاتی اور اتراتی اسے کمرے  
میں آگئی۔ پھول تو دیکھ ہی چکی تھی اب ڈبا کھول کر  
دیکھ رہی تھی۔ ہارٹ شپ  
کا اسٹرابیری کیک، اور اس پر بھی

لکھا ہوا۔ پیٹو نے جھفے میں دیا بھی تو کیک  
ہی۔ کھانے پینے والا بندہ جھفے میں کھانے پینے کی چیز  
دے سکتا تھا۔ میں یہ کیک گھر میں کسی کے ساتھ شیئر  
نہیں کر سکتی تھی کہ اس پر خاصا بولڈ اور غیر سنسر شدہ  
جملہ تحریر تھا۔ ویسے میں ہر چیز اپنے بھائیوں کے ساتھ  
مل بات کر کھاتی ہوں اور پھر اسٹرابیری کیک تو رو حیل  
کو پسند بھی بہت ہے۔ مگر آخر کو میں ایک مشرقی لڑکی  
ہوں بھائیوں کے ساتھ یہ کیک شیئر کرتے کیا مجھے لگ  
نہیں آئے گی؟

”سوری رو حیل، بہروز اور ہمیشہ بچو کو یہ کیک اکیلے  
ہی کھانا پڑے گا۔“

”ارے یہ کیا ہے بھی؟“ ہنی کو کمرے میں نہ لانا  
میں یہ سمجھی تھی کہ وہ نیچے جا چکی ہیں۔ جب کہ وہ تو  
بالکونی میں تھیں اور اب ایک دم ہی اندر گئی تھیں۔  
ہنی کی خیر ہے۔ انہیں کیک اور کارڈ کھانے میں  
کچھ مضائقہ نہیں تھا۔ اور اگر ہوتا تب بھی وہ کون سا

راک جاتیں۔ وہ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی تیزی  
سے آگے آئیں۔ پہلے کیک کو دیکھا، پھر مجھے، پھر دوبارہ  
کیک کو اس کے بعد پھولوں پر نظر پڑی تو جھٹ انہیں  
الٹا لٹا۔ میں اترائی ہوئی مسکراہٹ لیے انہیں کارڈ  
پر استاد دیکھ رہی تھی۔

”سوئیٹ ہارٹ (Big show)“ وہ کھلکھلا کر  
اسی تھیں۔ ”بہت مبارک ہو گئی! تیرے  
(Big show)

نے آخر مگیترو ہونے کا حق ادا کر ہی دیا۔ ناحق دل  
برا کرتی تھیں۔ دیکھو اس بے چارے کو تمہارا کتنا  
ظہال ہے۔“

”ہنی! اسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میں اسے بگ شو  
Big Show کہتی ہوں؟“ ہنی سے یہ سوال کرتے  
وقت میرے ذہن میں اپنے بھائیوں کی شکلیں آئیں۔  
ضرور یہ ان تینوں میں سے کس کی کارستانی ہے۔  
پھولوں کی تو اسے میں ہرگز نہیں ان تینوں میں سے  
جس کسی کی بھی حرکت ہوگی۔

”ہاں واقعی سوچنے کی بات ہے اسے کیسے معلوم  
ہو گیا؟“ ہنی نے کیک کے اوپر لگی سرخ سرخ اسٹرابیری  
میں سے ایک اٹھا کر منہ میں رکھی۔ مجھے ان کے جملے  
اور معصومیت سے آنکھیں پٹپٹانے، دونوں نے ایک  
دوسرے پر دکھایا۔

”ہنی؟“ مجھے یقین کرنے میں تامل تھا۔ ”آپ  
نے؟“

انہوں نے دوسری اسٹرابیری اٹھا کر سرعت سے  
دھڑکائی اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف  
پھاڑے اور مجھ سے بولیں۔

”اس میں نے بتایا تھا اسے کہ گئی تمہیں پیار سے  
بگ شو کہتی ہے۔ تمہارے“

(Big show)

میری دوستی فون پر اس وقت ہو گئی تھی  
کہ تمہارا رشتہ طے کر کے مگنی کا دن مقرر کیا گیا تھا۔



میں نے ہی اسے کراچی فون کیا تھا۔ اپنی لاڈلی بھانجی کے ہونے والے منگیتر کے متعلق کچھ نہ کچھ معلومات تو مجھے حاصل کرنی ہی چاہیے تھیں۔ بس پھر ہماری دوستی ہو گئی۔ ہم کبھی کبھار نیٹ پر چیٹنگ بھی کرتے تھے۔

ہنی اور یہ غداری؟ مجھے امید نہیں تھی۔ وہ میری ہر بات اسے بتاتیں تھیں۔ انہیں غصہ دلانے کو جو جو باتیں میں جان بوجھ کر کہا کرتی تھی وہ سب بھی ”جب علی میری تعریف نہیں کرتا تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔“ مجھے اپنا کہا ایک جملہ یاد آیا۔

میں نے ہنی کو گھورا وہ دروازہ کھول کر کھڑی مجھے شریر نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ جب میں اپنے تئیں ہنی کو بے وقوف بنا رہی تھی۔ تب وہ میری تمام باتیں من و عن اس تک پہنچا رہی تھیں۔

”ہم دونوں میں سے کس نے کس کو بے وقوف بنایا؟“ پتا نہیں چل رہا تھا۔ ہاں اتنا ضرور سمجھ میں آ رہا تھا کہ بڑے واقعی بڑے ہوتے ہیں۔ خود کو چالاک اور ذہین سمجھ کر جب ہم اپنے بڑوں کو Under Estimate کرتے ہیں وہیں مار گھاتے ہیں۔

”ہنی! میں آپ کو چھوڑوں گی تو ہرگز نہیں۔ اس موٹے بھالو کو کتنی خوش فہمیوں میں مبتلا کروایا ہے آپ نے۔“

میں دھمکی آمیز لہجے میں بولتی تیزی سے ان کی طرف بڑھی اور وہ بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر اب صورت حال کچھ یوں تھی کہ ہنی آگے تھیں اور میں ان کے پیچھے اور شاید چالاک میں مجھے ہمیشہ ہنی سے پیچھے ہی رہنا تھا۔ انہیں سیڑھیاں اترنا دیکھ کر میں ہار مانتے ہوئے رک گئی۔ غصے سے زیادہ مجھے ہنی کی چالاکیوں پر ہنسی آنے لگی تھی۔

”ساون کا جو موسم مجھے بہت برا لگ رہا تھا اسی موسم نے دل کو ایسا خوش کیا تھا کہ اس پر ہار آنے لگا تھا۔ ویسے موسم کے اس اچھے لگنے کا تعلق اپنے

”قصے“ سے زیادہ ہنی اور ڈاکٹر چاچو سے تھا۔ میرا دل ہنی اور ڈاکٹر چاچو کے لیے بے انتہا خوش تھا۔ اس ”قصے“ پر فی الحال میری زیادہ توجہ نہیں تھی میں ہنی اور ڈاکٹر چاچو کے بارے میں سوچ رہی تھی وہ دونوں ایک ساتھ کتنے اچھے لگیں گے۔

”ہنی Weds ڈاکٹر چاچو۔“ میں نے زیر لب کہا

اور پھر مسکرا دی۔ یہ تو لو میں ج تھی مگر اسے ارٹج میں نے کیا تھا۔ کون کہتا ہے ارٹج لو نہیں ہو سکتا۔ کم از کم میں نے تو یہ بات غلط ثابت کر کے دکھا دی۔ یہ ارٹج لو ہی ہوا تھا اور اسے ارٹج کیا تھا میں نے ”زرنگار ساہو“ صدیقی نے۔ جب دو محبت کرنے والوں کے درمیان ایک تیسرا فرد آکر نفرت ڈلواسکتا ہے تو دو محبت نہ کرنے والوں کے درمیان ایک تیسرا فرد آکر محبت کیوں نہیں ڈالو سکتا؟ اور جہاں تک ہنی اور ڈاکٹر چاچو کی ذاتی پسند ناپسند میں اختلاف کا سوال ہے تو جس جگہ محبت وہاں اس چیز کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی۔ کچھ بعید نہیں کہ آنے والے برسوں میں ہنی ڈاکٹر چاچو کے ساتھ بیٹھ کر کلاسیکل میوزک انجوائے کرتی، دینق ادبی کتب کا مطالعہ کرتی دکھائی دیں اور ڈاکٹر چاچو ہنی کے ساتھ بیٹھ کر انڈین سوپس اور انڈین موویز کو دیکھتے اور ان پر تبصرہ کرتے نظر آئیں۔ محبت دراصل اسی شیرنگ کا نام ہے۔ اگر کیمیائی زبان میں بات کریں تو محبت Covalent Bond کی طرح ہوتی ہے۔

Covalent Bond میں Electrons شیر کے جاتے ہیں اور Love Bond میں ایک دوسرے سکھ، دکھ، پسند، ناپسند سب کچھ شیر کیا جاتا ہے۔ ”کبھی کبھی میں کچھ اچھی باتیں نہیں کر جاتی؟“

